UNIVERSAL
LIBRARY

OU_232249

UNIVERSAL
LIBRARY

هو الاول والآخر والظاهر والباطن وهو بکل شیٔ علیم

عند ذکر اولیاء الله تنزل الرحمة

لله الحمد

کتاب لاجواب معدن فضائل و مخزن کمالات مفاتیح الاعجاز

شرح گلشن راز

مترجمہ عارف کامل واصل سرحلقۂ اہل دل مولانا و بالفضل اولانا
مولوی حاجی محمد عبد العزیز صاحب قادری شافعی خلیفۂ الشیخ حضرت
سید شاہ عمر صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

سنہ ۱۳۲۳ ھجری

در مطبع نظامی [illegible] طبع شد

1952

CHECKED. 1951

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله الحميد المحامد المحمود والصلوة والبركات والسلام على

حبيبنا وسيدنا وشفيعنا محمد صاحب المقام المحمود معدن الكرم ومنبع الجود

وعلى اخوانه من الانبياء والمرسلين وآله وصحابه وازواجه امهات المؤمنين

وعلى اهل بيته الطاهرين خصوصا على ولده سيد الشهداء سيدنا الحسين

واخيه وابيه وامه وبنيه وسائر الائمة المهديين وعلى محبوب

رب العلمين غوث الثقلين الشيخ عبد القادر الجيلانی وعلى

جميع الصديقين والشهداء والاولياء والصلحين آمين آمين

اما بعد فقیر حقیر پر تقصیر بندۂ ناچیز معرا از شعور و تمیز
محمد عبد العزیز قادری (ابن المرحوم المغفور غلام محمد) شافعی کان اللہ لہ
واحسن احوالہ وعاقبتہ مرید وخلیفہ عارف کامل واصل حق حضرت سید شاہ
محمد عمر الحسینی القادری الچشتی النقشبندی الرفاعی الحنبلی الحیدرآبادی
قدس اللہ سرہ العزیز عرض پرداز ہے کہ غواص بحر معرفت ومحبت
واقف رموز سلوک طریقت نجم الملۃ والدین سعد الدین محمود
شبستری التبریزی قدس سرہ نے سن (۷۱۷ھ) سات سو سترہ ہجری میں
بجواب سوالات حقایق آگاہ معارف دستگاہ امیر سید حسینی الخراسانی
مرید وخلیفہ حضرت شیخ بہاء الدین ذکریا ملتانی (کہ خلیفہ حضرت
شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ تعالے علیہم کے تھے) ایک
مختصر رسالہ منظومہ مسمی بہ شرح گلشن راز۔ زبان فارسی میں تصنیف فرمایا
جس کے مطالعہ سے واضح ہوگا کہ اس میں کس خوبی سے ارباب
ذوق کے لئے حقایق ونکات بیان کئے گئے ہیں کہ وقت مطالعہ
دیدہ نمناک اور دل زنگ آلود پاک وصاف ہوجاتا ہے۔ آہ
سرد پر درد نکلتی ہے۔ چنانچہ ایک دوست سراسر مغز بے پوست۔
سالک طریق مودت وساکن مقام محبت نے فرمائش کی اور اصرار
بے شمار فرمایا کہ تو شرح گلشن راز کا ترجمہ بزبان اردو کردے لیکن
فقیر بسبب اپنی قلت بضاعت کے جسقدر اس امر مہتم بالشان
واظہار اسرار غامضہ میں اقدام کرنے سے تامل کرتا تھا اسی قدر

استبداد و اصرار دوست صمیمی بڑھتا جاتا تھا۔ بالآخر استجازہ و استخارہ پر مجبور ہوا ملہم الصواب سے اجازت باشارت ہوئی تخلف ناممکن تھا۔ بازدیاد مضامین متعلقہ ترجمہ لکھنا شروع کیا جسطرح کہ صفحہ (۵۷) سطر (۱۱) عزیۃ الآخرۃ مطبوعہ قاسم پریس مورخہ ۵ ارشعبان المعظم ۱۳۲۶ھ اور صفحہ (۱۴) سطر (۷) لمعات معرفت میں تذکرہ کیا گیا ہے۔ ترجمہ مذکورہ کو پیر جوان مرشد کامل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نہایت پسند اور جلد تکمیل کرنے کیلئے امر فرمایا تھا۔ بوجہ عدیم الفرصتی از کثرت کارہائے سرکاری و علالت پر ملالت مزاج یا یوں سمجھنا چاہئے کہ فقیر کے تقدیر میں اسیقدر حصہ لکھا تھا صرف (۱۸۶) ابیات کی شرح و ترجمہ سے زاید نہیں لکھی گئی تھی کہ دفعتہ رہبر طریقت کا وصال ہوگیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْن۔ فقیر کے دل و دماغ پر وہ صدمہ پہونچا ہے کہ الامان۔ افسوس ہے کہ اب فقیر کا دماغ تکمیل ترجمہ کے بارگراں کا متحمل نہ رہا۔ اور طبیعت یہ بھی نہیں چاہتی کہ یہ گنجینۂ اسرار یوں ہی بیکار و کرم خوردہ ہو جائے لہٰذا بموجب وعدہ مندرجہ صفحہ (۱۴۹) و (۱۵۰) مقالات الطریقت مطبوعہ ۶ رجب المرجب ۱۳۲۰ھ ابیات کا ترجمہ مع مضامین شرحیہ پیش کش ارباب بصیرت ہے اور باقی ابیات بجنسہ (اس خیال سے کہ اصل رسالۂ منظومہ کی اشاعت ہو اور اس امید سے کہ شاید کوئی بندۂ خدا اس کی تکمیل و تشہیر فرمادے) درج ذیل ہیں۔

رہی نقص

اہل فقر کی غرض وغایت یہی ہوتی ہے کہ بقدر اپنی استعداد کے احوال و مکاشفات سے اس طایفہ کے طالبان راہ علیہ محظوظ ہوں۔ جو کچھ انھوں نے سنا ہے عین بصیرت سے مشاہدہ کرلیں کیفیت وجدانی کو تعلیم و تعلم سے پانا ممکن نہیں۔ ع

کس لذت ایں بادہ چہ داند کہ نخوردہ است۔

التجا برا و مزید کرم نظم و نثر مضمون مندرجہ نسخہ ہذا کو بجز حضرات ذوالفہم و اہل علم باطن کے کم سواد و بے استعداد بلا استمداد شیخ کامل کے مطالعہ نکریں ورنہ بجائے نفع کثیر کے نقصان عظیم متصور ہے۔

اے وحدۃ الوجود کے منکر و نصیحت مشفقانہ میں تمیز حاصل کرو کہ مسئلہ وحدۃ الوجود برحق و مسائل دینیہ میں اہم مسئلہ ہے ہر شخص کا ادراک اس کے فہم سے مقصر ہے اس لیے چاہئے کہ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ۔ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ۔ نہیں سنی ہم نے یہ بات بیچ دین پچھلے کے تحقیق یہ ایک چیز ہے تعجب کی نہ کہیں وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ۔ اور آئی بیہوشی موت کی ساتھ حق کے یہ ہے وہ چیز کہ تھا تو اس سے مڑجاتا۔ معلوم ہوجائیگا۔ مَنْ جَهِلَ شَيْئًا عَادَاهُ۔ یہ مسلمہ امر ہے کہ جسکو جس علم سے کچھ بہرہ نہیں ہوتا ہے وہ اس کا منکر ہوجاتا ہے لغو بکتا ہے۔ جس طرح علم حکمت وغیرہ کے باوجود ناوانستگی قائل ہیں علم حقایق و معارف کو بھی تسلیم کرنا چاہئے۔ اگر یہ مسئلہ

وحدة الوجود سمجھ میں نہ آئے تو شرعی طور سے اسقدر اعتقاد رکھے کہ یہ تمام عالم حادث ومصنوع ہے اور خداوند عالم قدیم وصانع ہے۔ اِس حادث کو اُس قدیم سے کسطرح کا رابطہ ہے اور صانع ومصنوع میں کسطرح علاقۂ عینیت ہے یا غیریت محض ہے اس سے ساکت رہے۔ جبتک شیخ کامل سے ملاقات ہو اور وہ تیرے شکوک کو رفع کرکے اس مسئلہ کو اچھی طرح سمجھائے گا تقرب الٰہی بڑھتا جائے گا۔ ورنہ کچا صوفی پکا ملحد بنجائیگا ظاہر شرع بھی ہاتھ سے جاتی رہے گی لہذا اس مسئلہ بعوض صریح انکار کے صرف اسقدر کہنا اور یقین کرنا کافی ہوگا کہ جو کچھ رسول اللہ خدا تعالی کے نزدیک سے لائے ہیں ان تمام امور پر میں ایمان لایا ہوں وبس۔ واللہ الموفق بالخیر۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

معذرت۔ فقیر حقیر اہل زبان نہیں ہے ناظرین سے استدعا ہے کہ طرز بیان سے قطع نظر فرماکر عفو کی بھاری نظر ڈالیں اور اصل مضامین پر غور کافی فرمائیں کہ چشم گریاں سینہ بریاں دل سوزاں ہوجاتا ہے ؎

کسانیکہ یزداں پرستی کنند (بلکہ) بہ آواز دولاب مستی کنند

شکریہ۔ باخدا کرم فرماں برادر طریقتی مولوی محمد علی صاحب قادری علم دوست وعالم معتمد سمستان جٹ پول کو خدا تعالے نے دنیا میں پریشانی نہ دی اور اسباب جمعیت کو آمادہ فرمایا

اور پھر دین کے طرف متوجہ اور اس کا ہمدرد بنایا یہ اس کا انعام و احسان ہے بتدریج تہ سیل رقم اس کے طبع میں حصہ لینا اور معاون ہونے کا وعدہ فرمایا ہے۔ جزاھم اللہ خیر الجزاء قدر علم عالم بداند و قدر جوہر جوہری۔

۵

سعد۔ از زبان بلبل تاریخ آں شنیدہ
فصل بہار از سر آمد بہ گلشن راز
۱۳۲۲ھ

قطعہ تاریخ حاجی غلام محمد صاحب شوق قادری و ابوالعلائی

عبد العزیز عزیز جہاں صاحب مذاق
ہم خادم و خلیفہ سید شہ عمر
صد آفریں بہ جان عزیزہ وزدان
بخشد خدا صلہ بطفیل پیامبر
منظوم شرح گلشن راز یست فارسی
در نثر اردو ترجمہ او کرد خوبتر
واللہ عجیب نسخہ تازہ کن دماغ
باشد زبہر ذوق فزا صاحب ہنر
با فرط شادمانی و جوش مذاق شوق
تاریخ طبع از سر جاں گفت مختصر
۱۳۲۲ھ

از طبع زاد مولوی عبدالعزیز صاحب مہاجر

بیا بیا و دریں گلستاں تفرج کن۔
نوائے بلبلِ شیدا شنو تعرج کن
ز چشمہ ہائے دل آویزاں تمتع گیر۔
ز قطرہ بحر شو و زود تر تموج کن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بنام آنکہ جان را فکرت آموخت

چراغ دل ز نورِ جاں برافروخت

اُس کے نام سے شروع کرتا ہوں جس نے جان کو فکر سکھلائی چراغِ دل کو نورِ جان سے روشن کیا۔

اصحاب ظاہر و اہل باطن ان دونوں کے پاس فکر معتبر ہے۔ کیونکہ فکر حقیقت میں سیر معنوی ہے۔ ظاہر سے باطن کی طرف۔ اور صورت سے معنی کی جانب۔ لیکن اصحابِ ظاہر معرفت الٰہی کو نظر و استدلال سے حاصل کرتے ہیں۔ اور اربابِ باطن کشف سے۔ اسی لئے فکر کی تعریف کی

اور جبکہ انسانیت انسان کی دل کے سبب ہے۔ کیونکہ دل تفصیل علم و کمالات روح کا محل ہے۔ اور تقلب ظہورات الٰہی بسبب شیونات ذاتی کے جو ہوتے ہیں اس کا مظہر ہے۔ اس لئے اوس کا نام قلب ہوا دوسرے مصرع میں اسی وجہ سے اس کا ذکر فرمایا اور دل۔ روح اور نفس کے درمیان میں واسطہ ہے۔ روح سے مستفیض اور نفس پر مفیض ہے اسی لئے کہا چراغ دل۔ الخ۔ اور دل کو چراغ سے اس لئے منسوب کیا کہ جیسے اندھیرے میں ادراک اشیا بواسطہ نور چراغ ہوتا ہے۔ اسی طرح رویت جمال وحدت حقیقی تاریکی کثرت میں بجز صفائی دل حاصل نہیں ہو سکتی۔ ۵

جام جہاں نما دل انسان کامل است
مرآۃ حق نما بحقیقت ہمیں دل ست
دل مخزن خزینۂ سر الٰہی ست
مقصود ہر دو کون دل جو کہ حاصل ست

اور نور کو جان سے اس لئے نسبت دی کہ بسبب صفائی تجرد کے مجلا اور کدورات تعلق سے مبرا ہے۔ اور عقل۔ و روح و سر و خفی و نفس ناطقہ و قلب یک حقیقت ہیں کہ مراتب میں بحسب ضرورت بواسطہ اختلاف صفات کے یہ مختلف نام پیدا ہوئے۔ اور یہ نام بہ اعتبار صفت خاص کے ہے۔ چنانچہ عقل اس حیثیت سے کہتے ہیں

کہ تعقل اپنی ذات وموجودات کا کرتی ہے۔ اور اشیا کو جانتی ہے۔ اور جان فارسی لفظ روح کی معنی میں ہے۔ اور روح اس لئے نام ہوا کہ اپنی ذات سے زندہ ہے۔ اور غیر کو زندہ کرنے والی ہے۔ اور ستر اس لئے نام ہوا کہ اہل دل کے سوائے کوئی ادراک نہیں کرسکتا۔ اور خفی کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ عرفا و غیرہم پر بھی اس کی حقیقت مخفی ہے۔ اور نفس ناطقہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ وہی مدرکہ کلیات ہے۔ اور قلب اس جہت سے نام ہوا کہ شیونات الہی کا مظہر ہے اور ہر لحظہ اوس سے دوسرا اثر ظاہر ہوتا ہے۔ اور ایک صفت سے دوسرے صفت کے طرف منقلب ہوتا ہے۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ وہ منقلب ہے درمیان میں اون دو وجہوں کے کہ ایک حق کے جانب۔ اور دوسری خلق کے جانب ہے اور حق سے مستفیض اور خلق پر مفیض ہے۔ چونکہ نشاء انسان کامل اول الفکر و آخر العمل ہے اسی لئے منعم کی اوس نعمت کا ذکر سب سے پہلے فرمایا کہ جو مخصوص انسانی ہے۔ پھر اوس نعمت کا ذکر فرمایا جو عالم و آدم کو شامل ہے۔ تا خصوصیت آدم اور اوس کا تقدم ذاتی جو عالم پر ہے معلوم ہوجاے چنانچہ فرمایا۔ ؎

زفضلش ہر دو عالم گشت روشن
زفیضش خاکِ آدم گشت گلشن

تجلی ظہوری دو قسم پر ہے۔ ایک عام دوسری خاص۔ عام کو تجلی رحمانی کہتے ہیں کہ افاضہ وجود سمات تمامی کمالات کے کل موجودات پر کرتی ہے۔ اور اس تجلی میں تمام موجودات برابر ہیں۔ مَاتَرٰی فِی خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفَاوُت۔ وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ۔ میں اس کے جانب اشارہ ہے۔ اور اس تجلی کو رحمت امتنانی کہتے ہیں۔ کیونکہ محض احسان وعنایت سے بغیر سابقہ عملی کے عام طور پر افاضہ اس رحمت کا فرمایا ہے۔ اور فیض سے یہی تجلی مراد ہے۔ اور ہر دو عالم سے مراد غیب وشہادت اور دنیا وعقبی ہے۔ اور اسی تجلی نے انہیں روشن کیا ہے۔ ۵

ایں بود ہر ذوات را شامل	ناقص وزشت بد و بد کامل
کافر و کفر و مومن و ایمان	ہمہ را اندر و مساوی دان

دوسری تجلی کو جو خاص ہے تجلی عینی کہتے ہیں اس لئے کہ فیضان کمالات معنویہ مومنوں۔ اور صدیقوں اور اہل دل پر کرتی ہے۔ مثل معرفت وتوحید ورضا وتسلیم وتوکل ومتابعت اوامر واجتناب از نواہی۔ اور اسی تجلی کو فیض سے تعبیر فرمایا۔ اس تجلی میں کافر مومن سے اور عاصی مطیع سے اور ناقص کامل سے ممتاز ہوا ہے۔ اور یہ فیض خاص ہے جس نے کہ طینت انسانی کو گلشن بنایا۔ اور ہزارہا پھول رنگا رنگ معارف وتعینات کے اوس گلشن میں کھلائے اور چونکہ اظہار کمال ذاتی

اور اسمائی سماتھ قدرت قدیمہ اور ارادت مرید کامل الارادت کے واقع ہے اس لئے فرمایا۔ ہ

توانائی کہ در یک طرفۃ العین
زکاف و نون پدید آورد کونین

یعنے ایسا قادر کہ ایک نظر اجمالی سے جو مراد اقتضائے ذاتی ہے بجہت ظہور و اظہار کو کاف و نون سے کہ صورت ارادہ و کلیہ کی ہے ظاہر فرمایا۔ کونین یعنے اعیان ثابتہ تمام موجودات کے خواہ غیب ہوں یا شہادت (کہ ان اعیان کو صور علمیہ حق کہتے ہیں) ساتھ تجلی دوم کے کہ تجلی واحدیت و واحدیت ہے تفصیل پاکر ایک دوسرے سے ممتاز ہوگئے۔ اور یہ مرتبہ تنزل مرتبہ احدیت۔ ذات سے مرتبہ اسما و صفات کے طرف ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ ذات احدیت نے جب اقتضا تعین اول کا کیا کہ برزخ جامع درمیان وجوب و امکان کے ہے احدیت باعتبار شیون اسمار کے واحدیت و واحدیت ہوئی۔ اور اسی تعین اول کو عقل کل۔ قلم۔ روح اعظم۔ ام الکتاب حقیقت محمدی کہتے ہیں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اور ان اسما کی کثرت باعتبار اختلاف صفات ہے اور اعیان جمیع اشیا عالم غیب و شہادت کے کہ جسے کونین کہا ہے۔ صورت میں اس تعین اول کے بطور امتیاز کے علم حق میں

نفس رحمانی

ثابت ہوئے اور ساتھ اس تجلی نفس رحمانی کے ظہور میں آئے اور نفس رحمانی سے مراد ظہور حق صور ممکنات میں ہے۔ اور یہی تجلی ہے کہ افاضہ وجود جمیع موجودات پر کرتی ہے۔ اور پہلا مرتبہ کہ جس نے اس فیض کو قبول کیا تعین اول ہے۔ اسی لئے فرمایا۔ ۵

چو قاف قدرتش دم بر قلم زد
ہزاراں نقش بر لوح عدم زد

یعنے ارادہ آلہی و قدرت نامتناہی نے ساتھ نفس رحمانی کے جب ایجاد تعین اول کا کیا کہ قلم اسی سے مراد ہے ہزاراں نقش یعنے نقوش اعیان موجودات غیر متناہیہ روحانی وجسمانی کو صفحہ عدم پر لکھا۔ اور اس عدم سے مراد عدم اضافی ہے۔ کیونکہ اعیان ثابتہ بہ نسبت وجود خارجی کے عدم کہلاتے ہیں۔ اور مراد اس سے کہ نقوش کثرت جو منتقش لوح عدم پر ہے۔ نہ یہ ہے کہ عدم ظرف اعیان ہوا ہے۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ اعیان ثابتہ جس حالت میں کہ علم حق میں ہے متصف عدم خارجی سے ہے۔ پس گویا کہ عدم ثابت ہے۔ اور ساتھ قاف قدرت کے کہ پہلا حرف قدر کا ہے اشارہ ہے اس بات کا کہ اول مقدور کہ قدرت ساتھ اس کے متعلق ہوئی یعنی تعین اول ہے جسے قلم کہتے ہیں۔

ازاں دم گشت پیدا ہر دو عالم
وزاں دم شد ہویدا جانِ آدم

یعنے اوس نفس رحمانی سے غیب وشہادت ساتھ تجلی شہودی حق کے ظہور پائی۔ اس ظہور حق کو۔ صورِ مظاہر کونیہ میں نفس رحمانی کہتے ہیں۔ نفس انسانی کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں۔ جس طرح کہ نفس انسان یعنے اوس کا دم خالص ہوا ہے اور جب مخارج حروف کو پہنچتا ہے متلبس صورِ حروف کے ہوتا ہے۔ اسی طرح ذات احدیت کہ منزہ کثرت سے ہے جب آئینہ مظاہر امکانیہ میں تجلی کرتی ہے بسبب اظہار اسماء وصفات کے ساتھ لباس کثرت کے متلبس ہوتی ہے۔ اور اسی تجلی ظہوری سے کہ مراد نفس رحمانی سے ہے جان اور حقیقت آدم کہ جامع جمیع کمالاتِ وجوبی و امکانی ہے ہویدا و ظاہر ہے۔ ۵

ور آدم شد پدید آں عقل و تمیز
کہ تا دانست ازاں اصل ہمہ چیز

جبکہ آدم مجلائے ذات وآئینہ جمیع اسماء وصفات الٰہی تھے البتہ عقل ممیز کہ مستلزم معرفت تامہ تھی نشاءۃ ظہور میں آئی۔ کیونکہ ایجاد موجودات سے مقصود معرفت الٰہی ہے۔ جسطرح حدیث قدسی میں ہے کہ داؤد علیہ السلام نے حضرت عزت سے سوال کیا کہ تونے خلق کو کس لئے پیدا کیا۔ وحی آئی

کہ کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق لکی اعرف
قران مجید میں بھی۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ
مذکور ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما لیعبدون کا معنی
لیعرفون فرماتے ہیں اور نہایت صحیح و درست ہے اس لئے کہ
عبادت سے مراد عرفان ہے یعنے علت غائی تخلیق آدم کی عرفان
وشناخت معبود حقیقی ہے اور وہ منحصر ہے علم ربوبیت اور علم عبودیت
پر۔ اس میں یہ بھی ایک نکتہ ہے کہ عرفان کے دو طریقے ہیں۔ پہلا
استدلال کہ علماء کے ساتھ مخصوص ہے۔ دوسرا اصفائی باطن
کہ خلاصہ عرفان ہے۔ اور یہ معرفت کشفی وشہودی میسر نہیں ہوتی
مگر بسبب طاعت قلبی وقالبی ونفسی وروحی وسری وخفی کے پس
سبب کا ذکر کرکے مسبب کا ارادہ فرمایا۔ تا یقینی طور سے جانیں
کہ غرض ایجاد سے معرفت شہودی ہے کہ بسبب عبادت کے
حاصل ہوتی ہے نہ کہ استدلالی۔ **مثنوی۔**

پائے استدلالیان چوبین بود
پائے چوبین سخت بے تمکین بود

اور مقتضائے حکمت بالغہ الٰہی بسبب اظہار اسماء وصفات
نامتناہی کے وہ تھا کہ انشائے مراتب کلیہ وایجاد مظاہر جزئیہ
غیر متناہیہ کرے تا ہر ایک اس مراتب کلیہ وجزئیہ الٰہی سے
معلوم ہووے اور سلطنت اس اسم کے کہ رب وعدبر اس مرتبہ
کا ہے اس مظاہر میں بہ تمام وکمال ظہور پائے۔ اور مجموعہ اسماء

ساتھ نفس رحمانی کے کرب کموں سے ساتھ آرام بروز کے آرام
پاویں جسطرح آرام لینا انسان کا ساتھ دم لینے کے او جمیع کمالات
کہ مرتبۂ جمع میں مجمل ہے مقام کثرت و فرق میں مفصل ہوں۔ اور
یہ بات مُسلّم ہے کہ جس کو علم و صفت سے کچھ بہرہ نہیں ہوتا ہے
وہ نہیں جانتا کہ کوئی دوسرا شخص بھی یہ صفت رکھتا ہے۔ اور
تمامی موجودات کہ مظاہر اسمار الٰہی ہیں ہر ایک مظہر ایک اسم
کا اسمار الٰہی میں سے ہے۔ جسطرح ملائکہ نے فرمایا کہ نَحْنُ
نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ اور شیطان نے کہا کہ بِعِزَّتِكَ
لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ۔ اور تمام اسما و صفات کا مظہر سوائے انسان
کے کوئی نہیں ہے۔ اسی لئے عبادت و معرفت تامہ سوائے
انسان کامل کے دوسرے کو حاصل نہیں ہے۔ اسی لئے فرمایا
کہ درآدم شد الخ جبکہ آدم کہ انسان کامل ہے مظہر جمیع اسمار
وصفات کا تھا یہ عقل و تمیز کہ لازم جامعیت ہے اسی میں
اس کا ظہور ہوا۔ اسی سے تمام اشیار کے اصل کو پایا۔ کیونکہ
اپنے رب کا کہ اللہ ہے عارف ہو کر عارف جمیع اسما کا ہوا۔ اس لئے
کہ مجموع اسما تحت اسم کلی اللہ کے مندرج ہے مثل مندرج
ہونے جزئیات کے کلیات کی تحت میں۔ چنانچہ کلام قدیم میں
ارشاد ہے ءَأَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ أَمِ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ
تو ئی کہ مظہر ذات و صفات سبحانی؛

بہمہ صورت و معنی تو عرش رحمانی

کتاب جامع آیات کائنات توئی

از آنکہ نسخہ لاریب ست یزدانی

تراست با ہمہ انسی ازانکہ تو ہمہ

ازین سبب تو مسمی باسم انسانی

اگر بکنہ کمال حقیقت برسی

زخویشتن شنوی آں صدائے سبحانی

چو خود را دید یک شخص معین

تفکر کرد تا خود چیستم من

جاننا چاہیے کہ ہر عین کو اعیان موجودہ سے دو اعتبار ہے ایک از روئے حقیقت اور یہ مراد ہے ظہور حق سے صورت ممکنات میں اور اسی کو تجلی شہودی کہتے ہیں۔ دوم از روئے تعین و تشخص کے اور اسی اعتبار سے اشیا کو خلق و ممکن نام رکھتے ہیں اور اسی وجہ سے جمیع نقائص ممکنات کے طرف منسوب کرتے ہیں۔

از سو صورت نماید غیر دوست		چوں نظر کردی معنی جملہ اوست

مَا عِندَکُمْ یَنفَدُ اشارہ اعتبار دوم کے جانب ہے۔ اور مَا عِندَ اللہِ بَاقٍ اشارہ اعتبار اول کے طرف ہے

کوزہ چوں بشکست نی گوئی سفال

چوں

چوں سفالش خاک شد بنگر تو حالش

اور تعین اشیا کہ امر اعتباری ہے پردہ جمال اسی جمیل مطلق کا ہے کہ آئینوں میں مظاہر موجودات کے جلوہ دکھا رہا ہے۔ اور جب درمیان میں دو چیزوں کے مناسبت نہو تو معرفت متصور نہ ہوسکیگی۔ اور جبکہ معروف حق تعالے ہے جو واحد بالذات وکثیر الصفات ہے۔ مقتضائے حکمت الٰہی یہ ہوئی کہ موافق خَلَقَ اللہُ آدمَ عَلٰی صُورَتِہٖ انسان بھی کہ عارف حقیقی ہے شخص میں واحد اور کثیر الصفات وافعال وقوی ہووے تا بسبب جامعیت کے معرفت کاملہ جو کہ غایت ایجاد ممکنات ہے اسکو حاصل ہو۔ اور وہ جو عبارت میں عرفا کے اَلْکَثْرَۃُ بَیْنَ الْوَحْدَتَیْنِ مذکور ہے۔ اشارہ ساتھ وحدت حقیقی حق اور وحدت شخصی انسانی کے ہے۔ اور پہلی چیز جو مدرک انسان ہوتی ہے۔ تعین شخصی اسی کا ہے جو کہ نہایت تنزلات نصف نزولی دائرہ وجود کا ہے۔ اور بدایت نصف عروجی اور مرتبہ انسان کو مطلع الفجر کہتے ہیں۔ جسطرح کہ ابتدائے مراتب موجودات سے مرتبہ انسانی تک کہ نہایت کثرت ہے سیر دریا جانب قطرہ ہے۔ اور مرتبہ انسانی سے تا مقام احدیت سیر قطرہ سوے دریا ہے۔ اور جبکہ یہ سیر رجوعی وعروجی مرتبہ انسانی ہے اور بے وسیلہ تفکر کے (حرکت معنوی کثرت سے وحدت کے طرف اور صورت سے

معنی کے جانب ہے) یہ سیر میسر نہیں ہو سکتی۔ اس لئے فرمایا
مصرع کہ خود را دید یک شخص معین۔ یعنے ساتھ تعین خاص کے
کہ تمامی حقایق وکمالات کونیہ وآلھیہ ہے بحکم اتحاد مظہر وظاہر
کے اوس تعین میں مندرج ہے ع

تفکر کرد تا خود چیستم من ؏؏

یعنے خود کے تعین کو کہ منسوب ساتھ امکان کے ہے وسیلہ
اور مقدمہ شناخت کا واجب تعالٰے کے گردانا۔ بسبب مشابہت
کے ازروئے جامعیت کے اس لئے کہ اِنَّ الاَشیَاءَ تَتَبَیَّنُ
بِاَضدَادِھَا جاننا چاہیے کہ تفکر وسیر وسلوک کہ سالکان موحد
کہتے ہیں کہ سیر کشفی عیانی سے مراد ہے نہ استدلالی سے کہ ترتیب
مقدمات معلومہ سے ہووے۔ جس سے مجہول حاصل ہووے۔
اس لئے کہ معرفت استدلالی بہ نسبت معرفت کشفی کے مثل جہل ہے
لَیسَ الخَبَرُ کَالمُعَایَنَۃِ منزل احدیت جو مراتب امکانیہ میں
واسطے اظہار احکام اسما وصفات کے ہووے۔ اوسے
سیر مطلق مقید میں۔ اور سیر کلی جزوی میں کہتے ہیں۔ اور یہ
سیر ظہوری۔ وانبساطی ہے۔ لیکن سیر عروجی کہ عکس سیر
نزولی ہے۔ اور نشأت انسانی مبدا۔ اوس سیر عروجی کا
اور نہایت اوس سیر کی وصول انسان ہے ساتھ نقطہ
اول کے جو کہ احدیت ہے اوسکو سیر مقید بجانب مطلق اور

اشیا اپنے اضداد سے تعینا پہچانے جاتے ہیں۔

شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔

اور سیر

اور سیر جزوی بسوئے کلی کہتے ہیں اور یہی سیر شعوری و انقباضی ہے۔ اور حقیقت میں یہ سیر مستلزم معرفت کشفی و شہودی ہے، اس لئے فرمایا۔ ؎

زجزوی سوئے[۸] کلی یک سفر کرد
وزانجا باز بر عالم گذر کرد

جب وجود واحد مطلق نے مراتب تنزلات میں تجلی فرمائی اور متعین ساتھ تعین کے ہوا تو اس مقید کو جزوی اور مطلق کو کلی بولتے ہیں۔ اور مقید جزوی بسبب تقید کے کلی سے محجوب ہے اور اس سفر کو جو سیر و سلوک مقید بجانب مطلق ہے سیر الی اللہ کہتے ہیں۔ اور یہ سوائے انسان کامل کے دوسرے کو میسر نہیں ہے اور کیفیت اس سیر کی یہ ہے کہ طالب صادق حسب ارشاد مرشد کامل تصفیہ باطن میں مشغول ہووے۔ اور ہمیشہ ذکر اور مبدا کی طرف توجہ اور نفی خطرات میں مشغول رہے۔ دل و سر کو غیر حق سے خالی کرے۔ اور جب دل سالک ذکر و توجہ سے مصقلہ پائے اور مصفے ہووے انوار الٰہی تعالےٰ شانہٗ ظاہر و باطن میں جلوہ گر ہوتے ہیں۔ اور اوس نور کی قوت اور جذبہ کی طاقت سے سالک اس تقید سے عبور کرتا ہے اور ہر مرتبہ میں سالک کو مکاشفات

حالات پیدا ہوتے ہیں کہ اون علامات کو صاحب حال پہچانتا ہے اور اوس کی شرح دراز ہے۔ اور ایسی ہی حالت وقت میں سالک جسد مثالی سے صحرا و دریا میں سیر وطیر کرتا ہے اور بہت سے غرایب مشاہدہ کرتا ہے۔ پہلے جسطرح صفات بشری وحیوانی ونباتی وعنصری سے گذرا تھا۔ اب صفات ملکی وفلکی سے بھی عبور کرتا ہے۔ اور پھر عرش وکرسی سے گذر کر اجسام۔ وجسمانیات سے مجرا ہوکر علم مجرد ہو جاتا ہے۔ اوسوقت حضرت جل جلالہ بے کیف وبے جہت سالک پر تجلی فرماتا ہے اور سالک اوس انوار تجلّی ذاتی احدی میں فانی ومضمحل ہو جاتا ہے۔ اور فنافی اللہ کہ کل اولیا کو حاصل ہوتی ہے اوسی حالت کا نام ہے۔ ۵

ہیچ کس را تا نگردد این فنا	نیست ره در بارگاه کبریا
سالکان مانند در میدان درد	تا فنائے عشق با مردان چہ کرد

بعد فنا کے سالک اپنی ہستی موہوم سے باقی باللہ ہوتا ہے چنانچہ آیا ہے کہ مَنْ قَتَلْتُهٗ فَعَلَيَّ دِيَتُهٗ وَمَنْ عَلَيَّ دِيَتُهٗ فَاَنَا دِيَتُهٗ اور اوس بقا میں تمام کمالات حقیقت انسانی ظاہر ہو کر مظہر جمیع اسمار وصفات الٰہی ہوتا ہے۔ اور اوس حال میں معرفت کشفی وعیانی پوری طور سے حاصل ہوتی ہے۔ قولہ۔

ز جزوی سوئے کلی یک سفر کرد

یعنے تعین آدم نے جزوی سے بسوئے کلی کہ واحد مطلق ہے ایک
سفر کیا۔ یعنے تمام احدیت تک پہونچا۔ پھر عالم پہ گذر کیا۔
یعنے مرتبہ جزویت و تقید کے جانب گذر کیا یعنے نیہ با تندکے
طرف جس میں عارف پر یہ تعین تعینات سے خاص صفت
پر ظاہر ہوتا ہے۔ اور کثرت بسبب کثرت صفات کے ہے
تکثر صفات سے تکثر ذات واحد لازم نہیں آتی۔ ۵

۹

جہاں را دیدہ امر اعتباری
چو واحد گشتہ در اعداد ساری

عارف تمام کثرتوں کو وجود واحد سے قایم دیکھتا ہے۔ اور
اوسے خوب معلوم ہو گیا ہے کہ وجود حقیقی سوائے ایک کے
دوسرا نہیں ہے اور قید و اطلاق وغیرہ یہ سب اوس حقیقت
کے اعتبارات ہیں اور سریان وجود واحد مطلق کا کثرات
کونیہ میں اسطرح ہے جسطرح سریان واحد اعداد میں ہے۔
کیونکہ کثرت مراتب اعداد حقیقت میں سوائے تکرار واحد
کے نہیں ہے۔ ۵

من ندانم کہ اندیں چہ نکست	کہ دو۔ در اصل خود دو بار یکیست

۱۰

جہان خلق و امر از یک نفس شد
کہ ہم آندم کہ آمد باز پس شد

عالم خلق وہ عالم ہے کہ موجود ساتھ مادہ ومدت کے ہووے مثل افلاک وعناصر وموالید کے۔ اسکو عالم خلق وملک وشہادت کہتے ہیں۔ اور عالم امر وہ عالم ہے جو بے مادہ ومدت ہووے مثل ملائکہ وارواح کے اور اوس کو عالم امر وملکوت وغیب کہتے ہیں۔ اور یہ دونوں عالم ایک نفس رحمانی سے کہ مراد تجلی حق سے ہے مجالی کثرت میں ظہور پایا ہے۔

قولہ۔ کہ ہم آندم الخ۔ یعنے وہی نفس رحمانی کہ افاضہ وجود عام موجودات ممکنہ پر ساتھ سیر نزولی کے فرمایا۔ یہانتک کہ نہایت مرتبہ تنزلات میں کہ مرتبہ انسانی ہے۔ پہونچا پھر وہی نفس ساتھ سیر رجوعی کے کہ سیر اول کے برعکس ہے پلٹا یعنے قیود کثرت کو چھوڑ کے نقطہ آخر اول کو پہونچا۔ اگرچہ مراتب تجلیات ظہوری حضرت الٰہی بطور صورت دایرہ ہے مقام احدیت سے مرتبہ انسانی تک قوس نزولی۔ اور مرتبہ انسانی سے مرتبہ مقام احدیت ذات تک قوس عروجی سے مراد ہے لیکن جب سالک مقام کشف وشہود کو پہونچتا ہے دیکھتا ہے کہ ایک ذات وایک حقیقت ہر لحظہ ایک طور اور ایک شان سے ظاہر ہوتی ہے۔

ولے اینجا یگہ آمد شدن نیست
شدن چون بنگری جز آمدن نیست

یعنے ثابت ہوا کہ سوائے وجود واحد مطلق حقیقی کے دوسرا کوئی وجود نہیں ہے اور وجود اشیا رت مراد تجلی حق بصورت اشیا ہے۔ جسطرح کثرت مراتب امور اعدادی اعتباری ہیں۔ اس کا آمد و شد بھی ایک امر ہے کہ سالک کو مراتب موجودات کی نسبت ساتھ ایک دوسرے کے لحاظ کرتے ہوتا ہے کہ فی الواقع آمد و شد نہیں ہے بلکہ بسبب تجدد فیض رحمانی سے تعینات اکوانی کو نمود ہے۔ اور اگر آمد و شد حقیقی ہوتی تو چاہئے تھا کہ سیر نزولی میں جب ایک مرتبہ سے دوسرے مرتبہ کی طرف تنزل کرتا تو مرتبۂ اول بکلی منعدم ہو جاتا۔ اور سیر عروجی میں جو مرتبہ انسانی سے مقام اطلاق تک تمام موجودات منعدم ہو جاتے۔ کیونکہ قیود کثرت سے معرا ہو گیا تھا۔ اور حال یہ ہے کہ اشیا وہی نمود ہستی کہ رکھتے تھے اوسیطرح رکھتے ہیں۔ ؎ از وجہ تعین ہمہ غیر اند نہ عین ؛

وز وجہ حقیقت ہمہ عین اند نہ غیر ؛

اس سے معلوم ہوا کہ آمد و شد تجدد و تجلیات رحمانی سے مراد ہے۔ خلاصہ یہ کہ جلا ظہورِ ذاتی لِذاتِہٖ فِی ذاتِہٖ ہے۔ اور استجلا ظہورِ ذاتی لِذاتِہٖ فِی تَعَیُّناتِہٖ ہے۔ لازم ذات احدی ہے۔ اسی لئے فیض تجلی رحمانی علی الدوام موجودات پر فائض ہے۔ اور اشیا آناً فاناً مقتضائے امکانیہ ذاتی

سے نیست ہوتے ہیں۔ اور فیض تجلی حق سے ہست ہوتے ہیں
اور سرعت تجدد فیض رحمانی اسطرح سے ہے کہ ادراک آنے اور
جانے کا نہیں ہوسکتا ہے۔ بلکہ اس کا آنا عین جانا ہے اور
جانا عین آنا ہے۔ اور فی الحقیقت آمد و شد اعتبار معتبر ہے۔
نہ امر محقق الوقوع۔ **مثنوی**۔

صورت از بے صورتے آمد برون
باز شد کانَّ اِلَیہِ رَاجِعُون
پس ترا ہر لحظہ مرگ رجعتست
مصطفیٰ فرمود دنیا ساعتست
ہر نفس نو می شود دنیا و ما
بےخبر از نو شدن اندر بقا
آنچہ تیزی مستمر شکل آمدست
چون شرر کش تیز جنبانی بدست
شاخ آتش را بجنبانی بساز
در نظر آتش نماید بس دراز

اور شہود عرفان میں ایک شہود سے زیادہ نہیں ہے کہ
کبھی صور مظاہر میں ظہور فرما کر خود کو صورت تفصیل میں مشاہدہ
کرتا ہے۔ اور کبھی غیرت سے پردۂ غیریت موہوم کو اوٹھا تا ہے
اور نمود بے بود عالم نہیں چھوڑتا ہے اسی لئے فرمایا۔

با اصل خویش راجع گشت اشیاء
ہمہ یک چیز شد پنہاں و پیدا

اشیا کثرت عالم سے مراد ہے کہ حقیقت میں عدم ہے۔ اصل
تمام اشیا حق تعالے ہے۔ کیونکہ اصل ہر شے کی حقیقت میں

اوسی کی ہستی ہے اور عالم کہ نیست ہے حق کی ہستی سے ہست ہے اور
رجوع سب کا اوسی کے طرف ہے۔ بلکہ حقیقت میں خود تمام وہی ہے
پنہاں سے مراد عالم غیب و امر ہے اور پیدا سے مقصود عالم خلق و شہادت
ہے یعنے یہ دونوں عالم کو نمود دوئی رکھتے ہیں ایک چیز ہوے یعنے جو غیبت
کہ تھی تجلی احدیت میں کہ موجب دفع اثنینیت وہی ہے محو متلاشی
ہووے۔ اور وحدت صرف ظاہر ہوئی جس سے ثابت ہوا کہ
تمام ایک ہی چیز تھی اور کوئی غیر درمیان میں نہ تھا۔

تعالی اللہ قدیمی کو بہ یک دم
کند آغاز و انجام دو عالم

یک دم سے مراد نفس رحمانی ہے۔ یعنے تجلی رحمانی ممکنات
عالم کو پردۂ عدم سے صحراے وجود میں لاتی ہے۔ اور اوسی
دم ان کا انجام بھی کر دیتی ہے۔

جہان خلق و امر اینجا یکے شد
یکے بسیار و بسیار اندکے شد

کثرت جو غیب و شہادت میں ہے وہ مقام وحدت الوجود
میں ایک ہے۔ کیونکہ غیر وجود عدم ہے۔ اور موافق مراتب
تجلیات کے صورت کثرت ہے۔ اور ہر مظہر میں ایک ظہور خاص

ہے اور صرف وہم سے لوگوں کو دوئی کا دھوکا ہوا جسطرح فرمایا

همه از اوهام تست این صورت غیر[15]

که نقطه دایره است از سرعت سیر

یعنی نمود غیریت اشیا قوت واہمہ کے مقتضات سے ہے جو مدرک جزئیات ہے۔ اور جو کلیات وحقایق امور سے مطلع نہیں ہے وگرنہ ایک حقیقت سے زیادہ نہیں ہے جو کثرت میں صورت مختلفہ سے تجلی کی ہے۔ اور یہ حواس کی غلطی ہے جسطرح نقطہ آتش کو جلدی سے پھرائیں تو دایرہ کی صورت میں نظر آتا ہے۔ اور حقیقت میں یہاں ایک نقطہ کے سوا دوسری کوئی شئے نہیں ہے اسیطرح نقطۂ وحدت ہے بسبب سرعت تجدد وتجلیات غیر متناہیہ کے صورت میں دائرہ موجودات کے ظاہر ہوا ہے ۵

این نقطه ز گردشیکه دارد	بر صورت دایره بر آید
بگذر ز خیال و وهم بنگر	تا دایره نقطه نماید

یکی خط است ز اول تا باخر[16]

برو خلق جهان گشته مسافر

یعنی اول مراتب موجودات کہ عقل اول ہے۔ تا آخر تنزلات مرتبۂ انسانی سے مرتبۂ الہی تک جو نقطہ آخرین دائرہ ہے اول سے

متصل ہوکر ایک خط مستدیر موہوم ہے کہ تجدد تعینات سے نقطۂ وحدت نظر آتا ہے۔ اس پر خلق جہاں مسافرانہ گذر رہی ہے کہ بطوں سے ظہور میں آتی۔ اور ظہور سے بطوں میں جا رہی ہے کَمَا بَدَاَکُمْ تَعُوْدُوْنَ۔ لیکن اس راہ کا طے کرنا بغیر راہ بر کے ممکن نہیں ہے۔ اس لئے فرمایا۔

دریں رہ انبیا چوں ساربانند

دلیل و رہ نمائے کاروانند

یعنے انبیا علیہم السّلام ہادی خلق ہیں۔ اور ہدایت حقیقی کہ رجوع مبدا کی جانب ہے اوس جماعت کو میسر ہوتی ہے جس نے کہ شتر نفس کو تیغ مخالفت ہوا اور موت اختیاری سے ذبح کیا ہو۔ اور انبیا علیہم السّلام کی بعثت واسطے اتصال نفوس کے منزل اصل تک ہے لیکن ہر شخص بقدر استعداد نظری کے قبول فیض ہدایت کرتا ہے۔ عطار رہ

سیبہ ہر کس تا کماں او بود	قرب ہر کس حسب حال او بود

بعض متحقق ساتھ اکثر صفات الٰہی کے۔ اور بعضے ساتھ کمتر کے ہیں اور پھر اس اقل و اکثر میں بھی مراتب ہیں۔ اور وہ فرد کامل کہ بحسب حقیقت و معنی مظہر ذات و مجموع اسمار صفات الٰہی ہے وہ خاتم الانبیا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

اگرچہ دوسرے انبیا و اولیا بھی مظہر اسم ذات اللہ ہیں۔
لیکن ہر ایک مظہر اس اسم کا ساتھ بعض صفات کے ہے۔
پس پیدایش محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بحسب حقیقت و معنی
جمیع انبیا سے سابق ہے۔ اس لئے فرمایا کہ کُنْتُ نَبِیًّا
وَآدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ۔ اور بحیثیت صورت متاخر کیونکہ
علت غائی اول الفکر و آخر العمل ہے۔ اسلئے فرمایا۔ نَحْنُ الْآخِرُوْنَ
السَّابِقُوْنَ۔ ؎ وَاِنِّی وَاِنْ کُنْتُ ابْنَ اٰدَمَ صُوْرَةً
فَلِیْ فِیْهِ مَعْنًی شَاهِدٌ بِاُبُوَّتِیْ ؎

آنزمان کز آدم و حوا نشان پیدا نبود	از مقام بے نشانی با نشان من بودہ ام
پیش ازان کاسرار غیب آید بصحرای شہود	برزخ غیب و شہادت درمیان من بودہ ام
گرچہ در صورة نمود از جہان من گشتہ ام	چون حقیقت بنگری ہر دو جہان من بودہ ام

چنانچہ فرمایا۔

ونز ایشان سید ما گشتہ سالار
ہم اول ہم آخر دریں کار

یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت اسوقت سرفراز ہوئی تھی کہ آدم علیہ السلام پیدا بھی نہ ہوئے تھے جسطرح حدیث میں آیا ہے اور جتنے انبیا کہ آدم سے آپ تک ہوئے۔ سب مظاہر آپ ہی کے بعض بعض کمالات کے ہیں۔ پس اول حقیقت میں اور آخر صورت میں آنحضرت ہی ہیں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کیونکہ حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صوفیہ کے اصطلاح میں ذات احدیت سے مراد ہے باعتبار تعین اول اور مظہر اسم جامع اللہ کے ہیں۔ کیونکہ اللہ اسم ذات باعتبار جمیع اسماء وصفات کے ہے۔ اور مجموعہ اسما وصفات تحت اسم اللہ مندرج ہیں۔ کیونکہ یہ ایک اسم اسما سے مراد۔ ذات مسمیٰ سے باعتبار ایک صفت کے ہے۔ جسطرح علیم باعتبار علم کے۔ اور قدیر باعتبار قدرت کے۔ وعلیٰ ہذا القیاس۔ پس جسطرح اسم ذات حقیقت و مرتبہ میں مقدم ہے جمیع اسماء سے۔ اسیطرح انسان کامل بھی کہ مظہر اسم کلی اللہ ہے چاہیے کہ ذات و مرتبہ میں تمام مظاہر پر مقدم ہووے بلحاظ اتحاد مظہر و ظاہر کے۔ پس جمیع مراتب موجودات کہ مظاہر اسماء آلہیہ ہیں مظہر انسان کامل کے ہونگے۔ اور حقیقت انسان جمیع اشیاء پر مشتمل ہوگی۔ جسطرح اِشتِمَالُ الکُلِّ عَلَی الاَجزَاءِ۔ اسیلئے فرمایا۔

احد در میم احمد گشت ظاہر

درین دور اول آمد عین آخر

احد باعتبار انتفاء تعداد اسماء وصفات ونسبت وتعینات کے اسم ذات ہے۔ میم احمد میں کہ تعین محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے ظاہر ہوا۔ کیونکہ مظہر حقیقی احد حقیقت احمد ہے۔ اور باقی

مراتب موجودات مظہر حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اسی سبب سے عرفانے فرمایا کہ جسطرح حق تعالیٰ کو جمیع موجودات میں سریان ہے۔ انسان کامل کو بھی جمیع مراتب موجودات میں سریان چاہئے۔ کیونکہ کامل وہی ہے کہ اپنی خودی سے فنا ہوکر بقاء حق سے باقی ہو جائے۔ ۵

نیست کامل درجہان آنکس کہ دریا عین اوست		عین حق یا ہر کہ شد میدان کہ مرد کامل است
ما ہمہ دریا و دریا عین ما بود و ولے		مائی ما در میان ما و دریا حایل است
چشم دریا بیں کسے دارد کہ غرق بحر شد		ورنہ نقش موج بیند ہر کہ او بر ساحل است

اور میم احمد صلی اللہ علیہ وسلم اشارہ ہے ساتھ دائرہ موجودات کے۔ کہ مظہر حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

زاحمد تا احد یک میم فرق است

جہانے اندراں یک میم غرق است

حرف میم جو عدد میں چالیس ہے مراتب موجودات بھی بلحاظ کلیت کے چالیس ہے۔ اور مجموع اس چالیس مرتبوں کا مجلا اور مظہر حقیقت محمدی کا ہے۔ صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ از روئے حقیقت ظاہر اور متجلی سب میں ہیں اور میم احمد اس لئے فرمایا کہ جمیع مراتب کونیہ حقیقت محمدی ہیں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صورت تمام کی آنحضرت کے معنی ہیں کہ ظہور پائے ہیں

اے مظہر حسن لایزالی	مرأت جمال ذوالجلالی
انوار تجلی قدم را	رخسار تو احسن المجالی

ع — دریں دور اول آمد عین آخر

یعنے اس دائرہ موجودات میں کہ سب سے اول عقل کل ہے عین آخر کہ انسان ہوئی ہے یعنی حقیقت عقل بصورت انسان کامل پوری طور پر ظاہر ہوئی اور مظہر و ظاہر ایک ہوے۔ اور نقطہ آخر اول سے متصل ہوا۔ اور پورا کمال پیدائش انسان کامل سے ظہور پایا۔

۲۱

بدو ختم آمدہ پایاں ایں راہ

بدو منزل شدہ ادعوا الی اللہ

راہ دعوت انبیا کی آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے وجود مبارک سے ختم کیگئی۔ یہاں تک کہ ناسخ سب ادیان کی ہوئی۔ اور جبکہ نشائت محمدی صلی اللہ علیہ والہ وسلم مظہر اسم جامع اللہ کی ہے۔ اور معاد ہر شخص کا اپنے مبدا اور اصل کے طرف ہوتا ہے۔ اسی لئے آپکی دعوت تمام انبیا کے دعوت کو شامل ہے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم تمام خلائق کو اسم جامع اللہ کے طرف جس کے آپ مظہر ہیں بلا رہے ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم بحسب جامعیت تماموں کے مبدا

ومعاد سے پورے طور پر واقف ہیں۔ ۵

ایکہ اندر حجاب ماندستی	آیۂ نور را نخواندستی
در خودی کردۂ خدا را گم	آیۂ انتم فانہ معکم
چند گردی بگرد ہر سر کوی	در خود را دو اہم از خود جوی
سخن آنکہ مرد آگاہ است	لیس فی جبتی سوی اللہ است

مقام دلکشایش جمع جمعیت

۲۲ جمال جاں فزائیش شمع جمعیت

جو چیز کہ محض موہبت سے سالک کے دل پر حضرت حق کے جانب سے وارد ہوتی ہے۔ اور پھر بغیر ارادے سالک کے بسبب ظہور صفات نفس کے زایل ہوجاتی ہے اوسکو حال کہتے ہیں۔ اور جب حال دایمی ہو بلکہ سالک کا ہوگیا تو اس حالت کو مقام کہتے ہیں بسبب قیام سالک کے اس میں اور چونکہ حال و مقام خواص ارباب قلوب سے ہے۔ فرمایا کہ مقام دلکشایش الخ۔ جمع اصطلاح میں اس طایفہ کے مقابل فرق کے ہے۔ اور فرق احتجاب حق سے بسبب رویت خلق کے ہے۔ یعنے سب خلق کو ہی دیکھے۔ اور حق کو ہر طرح سے غیر جانے۔ اور جمع مشاہدۂ حق ہے بغیر رویت خلق کے اور یہ مرتبہ فناء سالک ہے۔ کیونکہ جب تک ہستی سالک باقی ہے شہود حق بے رویت خلق کے نہیں ہے۔ اور جمع الجمع شہود خلق قایم بحق ہے یعنے حق کو جمیع موجودات و مخلوقات میں مشاہدہ کرے کہ

ہر جائے ایک علیحدہ صفت سے ظاہر ہوا ہے۔ اور یہ مقام بقا باللہ ہے۔ اور اس مقام کو فرق بعد الجمع فرق ثانی وصحو بعد المحو کہتے ہیں کیونکہ وحدت صرف سے کہ جمع ومحو ہے مقام فرق ومحو میں نزول کیا ہے۔ اور کامل کے لیے اس سے اعلےٰ کوئی مقام نہیں ہے۔ اس لئے ہر شئے کو جیسے کہ ہے دیکھتا اور جانتا ہے اور یہ مقام والا وحدت کو کثرت میں کثرت کو وحدت میں مشاہدہ کرتا ہے اور ایسے کامل کے پاس وحدت آئینہ کثرت ہے۔ اور کثرت آئینہ وحدت۔ **مثنوی۔**

فرق چہ بود عین غیر انگاشتن ۔ جمع خویش را عدم پنداشتن
صاحب تفصیل اہل فرق دان ۔ کو ندید از حق درین عالم نشان
ہر کہ کو جمعیت کلی ہیچ نیست ۔ در یقین اوست حق عین دید
صاحب جمع است پیشش نیست فرق ۔ جان او در بحر وحدت گشت غرق
جمع جمع است آنکہ حق بیند عیاں ۔ در مرایا ہمہ فاش و نہاں
صاحب این مرتب کامل بود ۔ زانکہ این آں ہر دو ایشان بود

ع۔ جمال جاں فزایش شمع جمع است۔ یعنے جامعیت کمالات جمیع صفات واسما ذات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے ہے۔ جمال جاں فزا اسی سے مراد ہے۔ شمع جمع است یعنے روشن کرنیوالے مجلسوں قلوب وارواح تمام کاملوں کے ہیں اس لئے کہ بواطن کاملوں کے بواسطہ نور ہدایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منور ہوئے ہیں اور لحظہ بہ لحظہ ترقی پذیر ہیں اور محافل ومجامع جمیع مراتب

کونیہ کے ساتھ شمع جمال وجود مبارک کے تاباں وہویدا ہیں۔ ۵

تاباں چو گشت مہر جمال محمدی	ذرات کون یافت حیات مقیدی
نقاش صنع نقش جہانرا چو می نگاشت	بودش مراد صورت زیبای احمدی

شدہ او پیش و دلہا جملہ در پے

۲۳ گرفتہ دست جانہا دامن وے

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کمال نبوت وولایت میں سب سے اکمل واقدم ہیں۔ اور بالکلیہ متوجہ عالم ذات بحت ہیں اور دل انبیاو اولیا کے سب آپ کے تابع ہیں۔

دریں رہ اولیا باز از پس پیش

۲۴ نشانے میدہند از منزل خویش

یعنی اولیا بھی جو قدم انبیا پر ہیں اپنے حسب مراتب اوس حال و مقام سے سیر و سلوک اون کا بطور مکاشفہ کے ہوا ہے۔ اوس منزل سے خبر دیتے ہیں۔

بحد خویشتن گشتند واقف

۲۵ سخن گفتند از معروف و عارف

یعنی جب تقید ہستی موہوم سے خلاصی پائے اور ساتھ اطلاق کے جو نہایت کمال اپنا ہے پہونچے۔ معرفت حقیقی حاصل کرکے عارف و معروف کا بیان کرنے لگے۔ عارف اوس سالک سے مراد ہے کہ جس نے مقام تقید سے مقام اطلاق کی سیر کی ہو۔ اور معروف حق

مطلق ہے جو سب کا مبدأ و معاد ہے۔

یکے از بحر وحدت گفت انا الحق

۲۶ یکے از قرب و بعدِ سیرِ زورق

اولیا اللہ کے اقسام ہیں۔ بعض ارباب سکر ہیں کہ جب اسرار الٰہی اون کے پاک دل پر ظاہر ہوتے ہیں تو اوسے مستی سکر میں افشا کر دیتے ہیں۔ اسی طرف اشارہ ہے کہ یکے از بحر وحدت گفت انا الحق۔ یعنے جب سالکان راہ الٰہی بطریق تصفیہ کے مراتب کثرت سے ساتھ سیر بجوعلی کے درگذرے۔ اور ساتھ تجلی احدیت کے بحر وحدت میں فانی و مستغرق ہوئے۔ اور خود کو (کہ قطرہ دریائے حقیقت سے تھے) عین دریا پائے۔ ایک کہ صاحب سکر ہے مستی میں اوس حال کے اگر کہے کہ میں عین دریا ہوں بےخودی سے اس کے تعجب نہیں ہے۔ اور یہی مرتبہ حقیقت ہے۔ ایک دوسرا شخص کہ سکر اوس کا باوجود اوسی حال کے تھا۔ لیکن نہ پہلے مرتبہ میں اور حال اوس کا بسبب قوت حوصلہ کے برزخ درمیان سکر و صحو کے واقع تھا من عند اللہ مامور ہوا ارشاد غیر کے لئے تو چاہتا ہے کہ فی الجملہ اپنے استغراق کے حال سے خبر دیوے۔ تا طالبان راہ حقیقت کے شوق کا باعث ہووے۔ اور لذات نفسانی اور مشتہات سے کہ حقایق امور کی اطلاع سے مانع ہیں۔ روگردان ہو کر رخ مبدأ اصلی کے طرف کرے۔ تو ضرور ہوا بیان مراتب قرب و بعد اور سیر سفینہ تعین سالک جو بحر توحید عیانی میں ہوتی ہے کہ تا طریقہ

سالکان راہ طریقت کا معلوم ہووے کہ کس کیفیت سے ہے۔ اور طریقت
مراد اسی روش سے ہے جاننا چاہئے کہ قرب عبارت ہے سیر قطرہ
بجانب دریا سے جسطرح کہ آگے بیان ہوا۔ وصول ساتھ مقصد
حقیقی کے اور اتصاف ساتھ صفات الٰہی کے۔ اور بعد عبارت ہے
تقیدے ساتھ صفات بشری اور لذات نفسانی کے کہ مبدأ حقیقی سے
بُعد کے موجب ہیں۔ اور سیر زورق سے مراد ہے عبور کرنا نشأ انسانی کا
منازل امواج کثرت سے اور پہونچنا مقام وحدت کو اور مراد زورق
سے کشتی تعین انسانی ہے۔ اور جو کامل کہ مقام ارشاد میں ہووے
چاہئے کہ انبیا علیہم السلام کی اقتدا کرے۔ اور ظاہر و باطن میں انہیں کی
پیروی پر رہے۔ خلایق کو ان اعمال و صفات و اخلاق سے جو کہ
سبب پھنسے رہنے کا انکے عالم سفلی میں ہو روکے۔ اور ایسے اقوال
و اطوار سکھلاوے کہ جس سے وصول انکا ساتھ عالم علوی کے اور
تقرب ساتھ مبدا کے ہووے۔

یکے اہل ظاہر بود حاصل
۲۰ نشانے داد از خشکی بساحل

یعنے اقسام اولیا سے ایک جماعت ہے کہ بمقتضاے اسم الظاہر
احکام شریعت ان پر غالب ہیں۔ اور یقین جانتے ہیں کہ جب تک
ان تمام احکام کی پابندی نہ کی جاے سالک کو وصول ساتھ حالات
و مقامات کے میسر نہ ہوگا۔ اور البتہ بغیر شریعت کے کہ جاننا احکام الٰہی کا

ہے اور بغیر طریقت کے کہ احکام الٰہی پر عمل کرنا ہے اور حقیقت کہ نتیجہ
دونوں قدموں کا ہے ہرگز حاصل نہیں ہوتی ہے۔ احوال معنوی کہ
جو اون پر ظاہر ہوئے مخفی رکھتے ہیں۔ اور بغیر اشارہ الٰہی کے کسی پر
ہرگز ظاہر نہیں فرماتے ہیں۔ اس لئے کہ احوال کا چھپانا اس طایفہ
کے پاس اسلم طریقہ ہے۔ جو رعونت و ریا اور دعویٰ سے دور ہے۔
علم ظاہر سے مراد علم شریعت ہے کہ انہیں باوجود کمال معنوی کے حاصل
تھا بسبب مقتضائے علم نہ بسبب مقتضائے حال نشان دیا خشکی سے
طرف ساحل کے جو شریعت ہے کیونکہ سلامتی خشکی میں ساحل کے
ہے چونکہ سمجھنا اسرار حقیقت کا نہایت دشوار ہے۔ اور وہ بغیر مخالفت
نفس و ہوا کے اور نیز بغیر تصفیہ و تجلیہ و سلوک راہ کے جو حسب ارشاد شیخ
کامل راہ دان و راہ بین کے ہو حاصل نہیں ہوتی ہے۔ اور کثیر ایسا
ہوتا ہے کہ کبھی اگر کوئی عارف صاحب مکاشفہ و مشاہدہ بعض اسرار
و حقایق امور کو افشا کرتا ہے تو ظاہر بین زبان طعن و انکار اوس پر
دراز کرتے ہیں۔ اس لئے فرمایا۔

۲۸ یکے گوہر برآورد و ہدف شد
یکے بگذاشت آن نزد صدف شد

یعنی ایک جماعت نے جو غواصان بحر حقیقت ہیں گوہر اسرار و معنی کو
احکام ظاہری کے صدف سے نکالے۔ اور اون اسرار کو افشا کیا
اس سبب سے ہدف یعنی نشانۂ تیر طعن و ملامت خلایق ہوئے۔ اور

مخلوق نے نادانی سے اون کاملوں کو ساتھ زندقہ و الحاد کے منسوب کیا۔ اور بعضوں کو قتل کا فتویٰ دیا گیا۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں۔ ؎

و رُبّ جوھر علم لو ابوح بہ	لقیل لی انت ممن یعبد الوثنا
ولا ستحل رجال مسلمون دمی	یرون اقبح ما یاتونہ حسنا

اور دوسری جماعت اولیا نے اون گوہر اسرار کو انھیں صدف میں مخفی رکھا اور جو کچھ فرمایا شرح صدف شریعت و طریقت کی بیان کی کیونکہ اوس کا فائدہ بہت ہے۔

۲۹
یکے در جزو کل گفت ایں سخن باز
یکے کرد از قدیم و محدث آغاز

یعنے حقیقت سے آگاہ ہوجانے کے بعد اولیاء اللہ نے حال ہر ایک ان مراتب اطلاق و تقیدات و ظہورات و شیونات الٰہی کا اشارات و کنایات میں بیان فرمایا۔ اور جب ہر ایک موجود۔ موجودات سے صورت اسم خاص وجود واحد مطلق کی ہے۔ پس البتہ نسبت موجودات کی ساتھ وجود واحد کے اسطرح ہے جسطرح نسبت اجزاے مقیدہ کی ساتھ کل مطلق کے ہو۔ پس اسی لئے اولیا کی ایک جماعت کثرت و تعینات کو ساتھ جز کے اور واحد مطلق کو ساتھ کل کے تعبیر کرتی ہے کیونکہ اس صورت میں مطلق کا مقیدات کو شامل ہونا مثل اشتمال کل اجزا پر ہے۔ اور دوسری جماعت موجودات ممکنہ کو باعتبار تعین

تشخص کے محدث - اور واحد مطلق کو کہ اشیاے موجودہ اوسکے مظاہر ومجالی ہیں قدیم کہتی ہے - غرض تمام اولیا کی یہ ہے کہ بیان مراتب اطلاق وتقید اور کیفیت وصول مقید ساتھ مطلق کے - اور یہ قطرہ وجزو محدث بجانب جزو کل وقدیم کے ہوئے - ہر ایک نے بحسب اقتضاے احکام اوس اسم کے کہ رب ومدبر اوس کا ہے اپنی مکاشفات وحالات سے مناسب اون احکام کے تعبیر فرمائی ہے - اور سب بیان واقع ہے - اور اگر کوئی قصور اشارات وتعبیرات میں نظر آتا ہے تو وہ بسبب عبارت کی تنگی کے ہے - ورنہ مقصد سب کا ایک ہے - ۵

ہر چہ گوید مرد عاشق بوی عشق	از دہانش می جہد در کوی عشق
گر بگوید فقہ فقر آید ہمہ	بوے فقر آید ازاں خوش دمدمہ
ور بگوید کفر دارد بوے دیں	ور بشک گوید شکش گردد یقین
ور بگوید کج نماید راستی	اے کجی کہ راست را آراستی

۳۰ یکے از زلف وخال وخط بیان کرد
شراب وشمع وشاہد را خیال کرد

کثرت کو زلف وخط سے اس لئے تشبیہ دیتے ہیں کہ وہ حاجب روے وحدت ہیں اور نقطہ وحدت کو خال سے نسبت دیتے ہیں تاکہ کوتاہ نظروں سے مخفی رہے اور عشق وذوق وسکر کو شراب سے اور پرتو انوار الہی کو کہ دل سالک میں ظہور کرتے ہیں ساتھ شمع کے -

اور تجلی جمال ذات مطلق کو لباس شاہد میں ظاہر کرتے ہیں۔

۳۱
یکے از ہستی خود گفت و پندار
یکے مستغرق بت گشت و زنار

کاملان راہ حقیقت فرماتے ہیں کہ منزل مراد کو پہونچنا بغیر نفی و اثبات کے وسیلہ کے میسر ہی نہیں ہوتا ہے۔ اسی لئے مرشدان کامل پہلے سالک کو لا الہ الا اللہ کا ذکر بتلاتے ہیں۔ تا ساتھ کلمہ لا کے جمیع اغیار کو جو یک گونہ وجود موہوم رکھتے ہیں نفی کرے۔ اور ساتھ کلمہ الا اللہ کے وحدت حقیقی کو ثابت کریں۔ کیونکہ جبتک کہ پوری طور سے کثرت مرتفع نہ ہوگی۔ وحدت کی جلوہ گری نہ ہوگی۔ اور سالک کو کوئی مانع مثل اپنے ہستی و پندار کے نہیں ہے۔

سہل شیرے داں کہ صفہا بشکند	شیر آں باشد کہ خود را بشکند
گر بروں آئی ز پندار وجود	بر تو گردد دور ہر کار وجود

اور بعض دوسرے باوجود استغراق توحید کے کہ بت سے اشارہ اوسی کے طرف ہے زنار خدمت کی کمر جان پر باندھتے ہیں۔ اور ایک لحظہ ریاضت سلوک سے آرام نہیں پاتے ہیں۔

۳۲
سخن ہا چوں بوفق منزل افتاد
در افہام خلایق مشکل افتاد

یعنے تجلی الہی موافق اختلاف استعداد قوابل مختلف واقع ہوئی ہے تو ضرور ہوا کہ ہر سالک ایک دوسری راہ چلے اور ہر عارف ایک

دوسرے مقام کا نشان دیوے۔ اسی لئے افہام خلایق پہ مشکل نظر
آئی۔ چاہیے کہ اونکی اصطلاح جانیں۔ اسی لئے فرمایا۔

۳۳ کسے را کاندریں معنی ست حیراں
ضرورت میشود دانستن آں

ہر چند علوم و معارف اس طایفہ کے وجدانیات و ذوقیات ہیں اور صرف اون کے اصطلاحات جان لینے سے حالات و مقامات سے اس جماعت کے مطلع نہیں ہوتا ہے لیکن الفاظ سے معنی مستفاد ہوتے ہیں تو کبھی ہوتا ہے کہ اس عبارات و اشارات کا جاننا قابل کرے اون حالات کی حاصل کرنیکا باعث ہوتا ہے۔ اور کمالات اولیاء سے بہرہ یاب ہوتا ہے۔ اور اپنی خلقت کی مقصود و غایۃ کو حاصل کرے

حرف درویشاں بسے آموختند	منبر و محفل بداں افروختند
یا بجز آں حرف شاں وزنی نبود	یا در آخر جمعت آمد رہ نمود

۳۴ گذشتہ ہفت و دہ با ہفت صد سال
ز ہجرت ناگہاں در ماہ شوال

۳۵ رسولے با ہزاراں لطف و احساں
رسید از خدمتِ اہل خراساں

۳۶ بزرگے کاندر آنجا بود مشہور
بہ اقسام ہنر چوں چشمۂ نور

۳۷ ہمہ اہلِ خراساں از کہ و مہ

دریں عصر از ہمہ گفتند او بہ

۳۸ نوشتہ نامہ در باب معنیٰ
فرستادہ بہ ارباب معنیٰ

۳۹ در آنجا مشکلے چند از عبارت
ز مشکل ہائے ارباب اشارت

۴۰ بہ نظم آوردہ و پرسیدہ یک یک
جہانے معنی اندر لفظ اندک

بیان سبب سوال آن [illegible]

[illegible] بیان نہایت فضل [illegible] بکمال [illegible]

یعنے ماہ شوال ۷۱۷ ہجری میں ایک قاصد اہل خراسان کے پاس سے آیا۔ اور اوسکو بھجوانے والے ایک وہاں کے مشہور بزرگ تھے۔ جو اقسام ہنر سے مثل چشمۂ نور یعنے آفتاب عالمتاب تھے۔ لوگ کہتے ہیں کہ اوس قطب کا نام امیر سید حسینی تھا۔ جو مرید و خلیفہ حضرت شیخ بہاء الدین ذکریا ملتانی کے تھے۔ اور وہ خلیفہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کے تھے۔ ان تصنیفات سے نزہۃ الارواح۔ اور زاد المسافرین۔ اور کنز الرموز۔ اور طرب المجالس۔ اور ہفتی نامہ۔ یہ طریقت اور معارف میں مقبول خاص و عام ہیں۔ اسی لئے سب اہل خراسان کہتے تھے کہ اس زمانہ میں وہ سب سے بہتر ہیں۔ اوس بزرگ نے معارف میں منظوم نامہ لکھکر اہل معنی کے پاس روانہ فرمایا تھا۔ لیکن اوس سے امتحان مقصود نہ تھا۔ بلکہ جبکہ عارف کامل جواب دے تو طالبوں کے شکوک و شبہات دفع ہو جائیں غرض اس میں چند مشکل مسئلے تھے جسکو انھوں نے تھوڑے لفظوں میں نظم کیا تھا

معنی اس میں بہت تھے ۔

۴۱ رسول آں نامہ را بر خواند ناگاہ
فتاد احوال او حالے در افواہ

۴۲ دراں مجلس عزیزاں جملہ حاضر
بدیں درویش ہر یک گشتہ ناظر

۴۳ یکے کو بود مرد کار دیدہ
ز ما صد بار ایں معنی شنیدہ

۴۴ مرا گفتا جوابے گوی در دم
کزاں جا نفع گیرند اہل عالم

۴۵ بدو گفتم چہ حاجت کیں مسائل
نوشتم بارہا اندر رسائل

۴۶ بگفتا وے بوفق مسٔول
ز تو منظوم میداریم مامول

۴۷ پس از الحاح ایشاں کردم آغاز
جواب نامہ در الفاظ ایجاز

۴۸ بیک لحظہ میاں جمع بسیار
بگفتم ایں سخن بے فکر و تکرار

۴۹ کنوں از لطف و احسانے کہ دارند
ز ما ایں خردہ گیری در گذارند

۵۰ همه دانند کاین کس در همه عمر
نکرده هیچ قصد گفتن شعر

۵۱ بر آن طبعم اگرچه بود قادر
ولی گفتن نبود الّا بنادر

۵۲ ز نثر ارچه کتب بسیار می ساخت
به نظم و مثنوی هرگز نپرداخت

۵۳ عروض و قافیه معنی نسنجد
که هر ظرفی درو معنی نگنجد

۵۴ معانی هرگز اندر حرف ناید
که بحر قلزم اندر ظرف ناید

۵۵ چو ما در حرف خود در تنگنائیم
چرا چیزی دگر بر وی فزائیم

۵۶ نه فخر است این سخن کز باب شکر است
به نزد اهل دل تمهید عذر است

۵۷ مرا از شاعری خود عار ناید
که در صد قرن چون عطار ناید

۵۸ اگرچه زین نمط صد گونه اسرار
بود یک شمه از دکان عطار

۵۹ ولی این بر سبیل اتفاق است

نہ چوں دیو از فرشتہ استراق است

یعنے جب قاصد نے اوس نامہ کو پڑھا تمام لوگوں میں اوسکا شہرہ
ہوگیا اوس مجلس میں یعنے شہر تبریز میں جو عزیز کہ حاضر تھے سب کے سب
اس فقیر کے طرف دیکھنے لگے۔ ایک شخص ان میں سے جو عارف تھے
اور سو باران معانی کو اس فقیر سے سنا تھا مجھ سے فرمانے لگے کہ اسی
وقت اسکا جواب دیجیے تا اہل عالم اس سے نفع حاصل کریں کہتے ہیں کہ
وہ بزرگ کا نام جنھوں نے جواب لکھنے کہا تھا شیخ امین الدین تھا
میں نے کہا ان مسایل کو لکھنے کی کیا ضرورت ہے میں تو بار بار رسایل
میں لکھ چکا ہوں انھوں نے کہا ہاں لیکن مطابق سوال کے جواب
منظوم تحریر کیجیے۔ پس جب انھوں نے الحاح کیا تو میں نے نامہ کا
جواب مختصر الفاظ میں لکھنا شروع کیا تھوڑی دیر میں اوسی مجلس میں
جہاں کثرت خلق تھی ان سوالات کے جوابات کو منظوم کردیا۔ اب
لطف و احسان سے یہ امید ہے کہ ہم پر کسی طرح کا عیب نہ لگائیں
اور سب جانتے ہیں کہ اس شخص نے اپنی تمام عمر میں شعر نہیں کہا تھا
اگرچہ میری طبیعت نظم کہنے پر قادر تھی لیکن بطور نادر کبھی کچھ کہا تھا۔
ہاں نثر میں میری بہت سی کتابیں ہیں۔ نظم مثنوی کبھی نہیں لکھا تھا عروض
و قافیہ معنی کے سزاوار نہیں ہے کیونکہ ہر ظرف میں معنی نہیں سماسکتا ہے۔
اور معنی ہرگز حرف میں نہیں آسکتے جسطرح بحر قلزم ظرف میں نہیں سماسکتا
جب ہمکو ان معنی کے ادا کرنیکے لیے نثر میں الفاظ نہیں مل سکتے تو پھر عروض

دقافیہ میں گرفتار ہونا کیا ضرور ہے۔ ۵۹

قافیہ اندیشم و دلدار من	گویدم مندیش جز دیدار من

یہ جو کچھ میں نے کہا بطور فخر نہیں ہے بلکہ بطور شکر ہے۔ اور اہل دل کے پاس تمہید عذر ہے تاکہ کوئی غلطی دیکھیں تو سمجھیں کہ اسقدر جلدی میں ایسی نظم لکھی گئی ہے اس لیئے مجھے معاف کرینگے۔ اور مجھے شاعری سے عار نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت شیخ فریدالدین عطار جیسے لوگ شاعر ہوے ہیں۔ اگرچہ ایسے ہمارے صدہا قسم کے اسرار حضرت عطار کی دکان معرفت کی ادنے چیز ہیں۔ لیکن یہ اسرار بطور اتفاق اس مثنوی میں آے ہیں۔ لیکن جیسے شیاطین فرشتوں کی باتیں چھپکے چوری سے سنکر اڑالاتے ہیں اوسطرح مضمون غیر چرایا ہوا نہیں۔

۶۰ علی الجملہ جواب نامہ دادم
بگفتم یک بیک نا بیش و نہ کم

۶۱ رسول آں نامہ را بستد باعزاز
وزاں راہے کہ آمد باز شد باز

۶۲ دگر بارہ عزیز کار فرماے
مرا گفتہ براں چیزے بیفزاے

۶۳ ہماں معنی کہ گفتی در بیاں آر
ز عین علم بر عین عیاں آر

۶۴ نمیدیدیم در اوقات آں مجالی

۱۲۷۹ ام

که پرداز م بد و از ذوق خالی
۶۵ که وصف آن بگفت و گو محالست
که صاحب ذوق داند آن چه حالست
۶۶ دلے بر ذوق قول قایل دیں
بکردم رد سوال سایل دیں
۶۷ پے آں تا شود روشن ترا سرار
درآمد طوطی نطقم بگفتار
۶۸ بعون و فضل توفیق خداوند
بگفتم جملہ را در ساعتے چند
۶۹ دل از حضرت چو نام نامہ درخواست
جواب آمد بدل کاں گلشن ماست
۷۰ چو حضرت کرد نام نامہ گلشن
شود ز و چشم دلہا جملہ روشن

غرض میں نے اوس نامہ کا مطابق سوالات کے یکیک کا جواب دیا قاصد وہ نامہ لیکر خراسان کے طرف یعنی جس راہ سے آیا تھا گیا پھر دوسرے وقت میں پھر اوسی عزیز نے فرمایا اُس پہ کچہ زیادہ اور بڑھائے اور اس اجمال کی تفصیل کیجے۔ اور اوس علم الیقین کو عین الیقین تک پہونچا دیجے۔ لیکن میں نے دیکھا ذوق و حال کی باتیں گفتگو و قال میں نہیں آسکتیں۔ صاحب حال جانتا ہے کہ وہ کیا حال ہے

ولیکن حسب فرمان و اَمّا السائل فلا تنھر کے میں نے اوس سایل کے سوال کو رد نہیں کیا۔ اور اون اسرار کو اوس سے زیادہ واضح طور پر بیان کیا۔ اور خداوند عالم کی توفیق و فضل سے وہ تمام چند ساعت میں ختم ہوگئے۔ پھر دل نے حضرتؑ باری سے اوس نامہ کا نام طلب کیا دل میں القا ہوا کہ ہمارا گلشن ہے جب حضرت باری عز اسمہ نے اوس نامہ کا نام گلشن رکھا تو اوس سے سب کے دلوں کی آنکھ روشن ہو جائیگی۔ سوال

نخست از فکر خویشم در تحیر
چہ چیز است آنکہ گویندش تفکر

جاننا چاہیے کہ پہلی چیز بندۂ مکلف پر معرفت الٰہی واجب ہے اور دوسرے واجبات کا وجوب اسی اصل سے متفرع ہے۔ اگرچہ طرق معرفت بلحاظ جزویت غیر منحصر ہیں کیونکہ اَلطُّرُقُ اِلَی اللّٰہِ بِعَدَدِ اَنْفَاسِ الْخَلَائِقِ لیکن بلحاظ کلیت کے جسطرح گذرا معرفت دو قسم پر منحصر ہے استدلالی و کشفی۔ استدلالی مصنوع سے طرف صانع کے راہ یاب ہوتا ہے۔ اور کشفی حجاب مصنوع کا جو جمال صانع پر ہے اوٹھاتا ہے اور یہ دونوں طریق فکر کے ساتھ تعبیر کئے جاتے ہیں۔ کیونکہ ظاہر سے باطن اور صورت سے معنی کے طرف سیر کرنے کا نام فکر ہے اسی لیے پہلا سوال افکار سے کیا کہ مجھے اس بات کی حیرانی ہے جسے تفکر کہتے ہیں وہ کیا چیز ہے۔ جواب۔

مرا گفتی بگو چہ بود تفکر

کزیں معنی بماندم در تحیر

بیت: تفکر رفتن از باطل سوئے حق
بجزو اندر بدیدن کل مطلق

یہاں باطل مقابلہ میں حق کے ہے۔ اور جسطرح حق حقیقی و اضافی ہوتا ہے۔ حق حقیقی وجود واحد مطلق ہے۔ اور مقابل میں وجود کے عدم ہے۔ پس اصل باطل حقیقی عدم ہوگا۔ اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللّٰہِ بَاطِلٌ اور حق اضافی وہ ہے کہ اوس کا نفع بعضوں کو ہے بعضوں کو نہیں۔ جیسا شہد جس کا مزاج بارد ہووے اوسکو نافع و حق ہے اور مزاج محروری و صفراوی کو مضر و باطل ہے۔ اسی قیاس سے حق اضافی و باطل اضافی۔ یہ دونوں قسمیں حق حقیقی کے ہیں۔ کیونکہ وجود کے تحت میں داخل ہیں۔ تو اب باطل و حق جو اس شعر میں ہے سو مراد حقیقی ہے۔ معنی یوں ہوے کہ تفکر اصطلاح میں اس طایفہ کے سالک کا سیر کشفی ہے۔ اس طریق پر کہ کثرات و تعینات جو حقیقت میں باطل یعنے عدم ہیں۔ انسے گذر کر حق کے طرف جانا جو حق حقیقی وحدت وجود مطلق ہے اور اس جانے سے مراد سالک کا وصول مقام فنا فی اللہ تک ہی ہے

چنداں برو ایں رہ کہ دوی برخیزد — بر ہست دوئی براہ روی برخیزد
تو او نشوی ولے اگر سعی کنی — جاے برسی کز تو توئی برخیزد

اور دوسرے مصرع میں نہایت کمال معرفت کے طرف اشارہ ہے جو بقا باللہ ہے۔ یعنے تمام اشیاء کو ایک حقیقت کا مظہر دیکھیں جو

ہر جا بے ایک نوع و طور سے ظہور کیا۔ کیونکہ ہر مقید کو جب دیدۂ بصر
سے نظر کرے تو وہی مطلق ساتھ تعین کے۔ اور سوائے ہست مطلق کے
کوئی موجود حقیقی نہیں ہے۔

۴۔ حکیماں کاندریں کردند تصنیف
چنیں گویند در ہنگام تعریف

۵۔ کہ چوں حاصل شود در دل تصور
نخستیں نام وے باشد تذکر

۶۔ وزو چوں بگذری ہنگام فکرت
بود نام وے اندر عرف عبرت

۷۔ تصور کاں بود بہر تدبر
بہ نزد اہل عقل آمد تفکر

۸۔ ز ترتیب تصورہائے معلوم
شود تصدیق نامفہوم مفہوم

یعنے حکیم لوگ فکر کی اسطرح تعریف کرتے ہیں کہ جب دل میں کوئی
تصور حاصل ہووے اوسکا پہلا نام تذکر ہے۔ اور جب فکر تذکر
اوس سے گذرے تو اسکو عرف میں عبرت کہتے ہیں اور جو تصور کہ
موصوف ساتھ تدبر کے ہوا۔ اور ملاحظہ ترتیب خاص کہ موجب
اتحادہ مطلوب ہے۔ اہل عقل کے پاس اوسی کا نام تفکر ہے۔ اور
ترتیب تصورہائے معلوم سے تصدیق نامفہوم مفہوم ہوتی ہے۔ جسطرح

نتیجہ

حقیقت انسان مجہول تصوری ہے کہ تصور حیوان اور تصور ناطق اور ترتیب خاص سے مفہوم ہوتی ہے ۔

۷۸ مقدم چوں پدر تالی چو مادر
نتیجہ ہست فرزند اے برادر

۷۹ ولے ترتیب مذکور از چہ و چوں
بود محتاج استعمال قانون

۸۰ دگر بارہ دراں گر نیست تائید
ہر آئینہ کہ باشد محض تقلید

یعنے مقدمہ صغریٰ اور مقدمہ کبریٰ مانند ماں باپ کے ہیں ۔ اور دونوں سے جو نتیجہ نکلتا ہے بجائے فرزند کے ہے ۔ لیکن اس ترتیب مذکور میں جو حکیموں کا طریقہ ہے استعمال قانون کی محتاجی ہے ۔ اور اگر تائید الٰہی اس میں نہووے تو البتہ یہ تقلید محض ہے جب کثرت و وحدت متضاد میں مجرد ترتیب مقدمات سے معرفت الٰہی کا حصول مشکل ہے ۔ اسی لئے فرمایا ۔

۸۱ رہ دور و دراز است آں رہا کن
چو موسیٰ یک زماں ترک عصا کن

راستہ طریقہ استدلال کا دور و دراز ہے ۔ یعنے نہایت مشکل ہے اوسے چھوڑ دے ۔ اور مانند موسیٰ علیہ السلام کے ایک تھوڑی دیر عصا کو اپنے سے علٰحدہ کر ۔ یہاں عصا سے مراد دلیل ہے ۔ طالب الٰہی کو

چاہئے کہ ترک طریقہ استدلال کرکے توجہ طرف مبدأ حقیقی کے کرے اور ساتھ ارشاد پیر کامل کے آئینہ دل کو غبار اغیارت صاف کرے تا جمال محبوب حقیقی اوس آئینہ میں مُنہ دکھاوے۔ اور دوسروں کو جو بیان ہے وہ عیاں ہووے۔

۸۲ در آور وادی ایمن کہ ناگاہ
درختے گویدت انی انا اللہ

یہاں وادی سے مراد وہ طریق تصفیہ ہے جو قابل تجلی الہی ہے اور درخت حقیقت انسانی ہے کہ محل تجلی ذات وصفات ربانی ہے، شیخ اس بیت میں فرماتے ہیں کہ تصفیہ کا طریق اختیار کرتا بحکم غلبہ تجلی احدی اور اتحاد مظہر وظاہر کے اپنی حقیقت سے سماعت دل سے ندا اِنِّی اَنَا اللہُ سنے گا تو اور ساتھ دیدہ حق بیں کے تو خود کو اور خدا کو دیکھے گا۔ اور پہچانے گا۔ ۵

ہر کہ بیروں ز خود اند طلب سعی نمود	از پئے آب چو ماہی ہمہ عمر طپید
آنکہ با عقل طلب کرد ہمہ عمر نیافت	وآنکہ بے خویش در آمد بیکے لمحہ رسید
خواب جہل از حرم قرب ترا دور افگند	ورنہ نزدیک تر از دوست کسے ہیچ ندید
چونکہ خود را ہمہ دانی ہمہ بینی بیقیں	یافتی گنج سعادت کہ بر آں نیست مزید

۸۳ محقق را چو از وحدت شہود است
نخستیں چشم بر نور وجود است

یعنے جو کامل کہ مراتب کثرت موہومہ صوری ومعنوی سے عبور کرکے

ساتھ مقام توحید اعیانی کے پہونچے۔ اور ساتھ دیدۂ حق بیں کے بحکم
كُنْتُ بَصَرَهُ الَّذِيْ يُبْصِرُ بِيْ۔ صور جمیع موجودات میں ساتھ دیدۂ
حق کے مشاہدہ حق کا کرتا ہے اور خود کو اور تمامی اشیاء موجودہ کو
قایم بحق دیکھتا ہے۔

۸۴
دلے کز معرفت نور و صفا دید
زہر چیزیکہ دید اول خدا دید

کیونکہ اظہر اشیا ہستی حق ہے۔ وہ خود ظاہر ہے اور دوسرے اشیاء
اس کے واسطے سے ظاہر ہیں۔ اسی واسطے محقق فرماتے ہیں اَلْحَقُّ
مَحْسُوْسٌ وَالْخَلْقُ مَعْقُوْلٌ۔ ۵

رویت و ظاہر است بعالم نہاں کجاست	گر او نہاں بود بجہاں خود عیاں کجاست

اصطلاح میں اس طایفہ کے خدا تعالیٰ وجود واحد سے مراد ہے کہ
ہر جا ایک طرح کی تجلی فرمائی ہے اور مکاشفات اہل کشف بحسب مشارب
و اوقات مختلفہ اپنے مقام سے خبر دیتے ہیں ایک کہتا ہے کہ مَا رَأَيْتُ
شَيْئًا اِلَّا وَرَأَيْتُ اللّٰهَ قَبْلَهٗ اور دوسرا کہتا ہے کہ مَا رَأَيْتُ شَيْئًا اِلَّا
وَرَأَيْتُ اللّٰهَ بَعْدَهٗ کیونکہ وہ حقیقت ساتھ عوارض مشخصہ و پردۂ تعینات
کے مستتر ہوی۔ پہلے نظر نقاب پر پڑتی ہے بعد معشوق پر۔ اور
دوسرا کہتا ہے کہ مَا رَأَيْتُ شَيْئًا اِلَّا وَرَأَيْتُ اللّٰهَ فِيْهِ کیونکہ صور
اعیان ممکنات جام و کاسہ اوس معنی حقیقی کے ہیں کہ محب ساتھ بادہ
کے ہوی ہے۔ اور ایک کہتا ہے کہ مَا رَأَيْتُ شَيْئًا اِلَّا وَرَأَيْتُ اللّٰهَ مَعَهٗ

اس لئے کہ بحکم اتحاد مظہر و ظاہر۔ عاشق و معشوق۔ خارج میں ایک
دوسرے سے ممتاز نہیں ہیں۔ اگرچہ عقل دونوں میں تمیز کرتی ہے۔
اور ہر ایک کو دوسرے کا غیر سمجھتی ہے۔

٨٥ بود فکر نکو را شرط تجرید
پس آنگہ لمعۂ از نور تائید

یعنے نزدیک ارباب طریقت کے تفکر سیر الی اللہ و سیر فی اللہ و
باللہ سے مراد ہے۔ جو موقوف تجرید ظاہر و تفرید باطن پر ہے۔
یعنے بحسب ظاہر مال و ملک و جاہ و منصب سے منہ پھرائے۔ بلکہ
جو چیز سالک کو راہ حق سے باز رکھے اوس سے علیحدہ ہو جائے۔ و بحسب باطن
اپنے دل کو غیر حق سے معرا کرے اور ایک لحظہ اس کے یاد سے
غافل نہووے۔ اور مجرد تجرید ہی کافی نہیں بلکہ ایک لمعہ نور و امداد
الہی سے بھی چاہئے۔ ٥

اگر از جانب معشوق نباشد کششے	کوشش عاشق بیچارہ بجائے نرسد

اسی لئے فرمایا۔

٨٦ ہر آں کس را کہ ایزد راہ ننمود
ز استعمال منطق ہیچ نکشود

یعنے جو شخص طریقت معرفت الہی میں بمجرد عقل بے ارشاد کامل کے
قدم رکھے یقین ہے کہ اوسے گمراہی و حیرت مذموم حاصل ہووے

٨٧ حکیم فلسفی چوں ہست حیراں

نمی بیند ز اشیا غیر امکاں
ز امکاں میکند اثبات واجب ۸۸
ازیں حیراں شدہ در ذات واجب

صوفیہ صافیہ نے مشاہدہ کیا کہ ذات واحد جو مطلق ہے عالم غیب ہویت سے مراتب اسما و صفات و آثار میں تنزل کی ہے اور ہر جا اور مظہر میں ایک طرح سے ظہور کی ہے اور تمام اشیا وجود حق سے قایم ہیں۔ اور حقتعالے سب کا قیوم ہے۔ ۵

گنج پنہانست زیر ہر طلسم	بینش عارف شد مسمی عین اسم
دیدہ حق بیں اگر بودے ترا	او رخ از ہر ذرہ بنمودے ترا

اور دوسری جماعت جو مقام تقلید میں ہے وجود ممکنات سے وجود واجب پر استدلال کرتی ہے۔ واجب الوجود وہ ہے کہ وجود اس کا اس کی ذات کا مقتضا ہووے۔ اور ممکن الوجود وہ ہے کہ اوس کا وجود مقتضاے ذات سے اوس کے نہووے۔ بلکہ موجودیت میں غیر کا محتاج ہووے۔ جو علت اوس کی ہووے اور جبکہ فلاسفہ اثبات ذات واجب ساتھ ممکن کے کرتے ہیں اسی لیے معرفت واجب میں حیران رہتے ہیں۔ کیونکہ معلول اثر علت ہے اور آثار ساتھ ذات و صفات کے دلایل ذات و صفات موثر کے ہیں۔ اور ضرور ہے کہ دلیل میں مدلول سے کوئی چیز ہووے۔ اسی لیے مقدمات دلایل عقلیہ نتیجہ پر مشتمل ہوتے ہیں۔ اور جب اون کے پاس

ذات ممکن من کل الوجوہ خلاف ذات واجب ہے پس دلیل میں
کوئی چیز بھی مدلول سے شامل نہ ہوگی۔ اور جبتک کہ کوئی چیز کسی شخص
میں نہووے ثابت ہے کہ وہ چیز واسطے دوسرے کے بھی معرفت
کا ذریعہ نہ ہوسکے گی اسی سبب سے حیرانی و سرگردانی ہے
چنانچہ فرمایا۔

۸۹ گہے از دور دارد سیر معکوس
گہے اندر تسلسل گشتہ محبوس

اصطلاح میں دور کے معنے توقف ایک شئے کا دوسرے پر۔ اور
پھر توقف دوسرے کا وہی پہلی شے پر ہووے۔ جیسے وجود مرغ
کا انڈہ پر موقوف ہے۔ اور وجود اوسی انڈے کا وجود اوسی
مرغ پر موقوف ہووے۔ اور تسلسل عبارت ہے وجود امور
غیر متناہیہ سے ایک وقت میں اوپر سبیل توقف کے یعنے ایک دوسرے
پر موقوف ہو۔ دوسرا تیسرے پر موقوف ہو۔ الیٰ غیر نہایت ایساہی
چلا جائے۔ جبکہ ممکن میں وجود و عدم برابر ہے۔ پس البتہ جہت ترجیح
احد الطرفین اوپر دوسرے طرف ممکن ہے محتاج بعلت ہے۔ اگر وہ
علت واجب ہے تو مدعا ثابت ہوا۔ اور اگر ممکن ہووے خالی نہیں ہے
کہ وہی ممکن مفروض اول ہے یا دوسرا ممکن۔ اگر اول ہووے دور ہے
کیونکہ ممکن اول موقوف ساتھ ممکن دوم کے ہوا۔ اور ممکن دوم ممکن
اول پر موقوف ہے۔ اور یہی سیر معکوس ہے۔ اور اگر وہ علت دوسرا

ممکن ہووے تو وہ بھی دو حال سے خالی نہیں۔ یا سلسلہ احتیاج منجر
بواجب ہوگا یا نہ ہوگا۔ اگر منجر بواجب ہوگا فہو المراد۔ اور نہیں تو دوسرا
ممکن معلول ہوگا۔ اور وہ دوسرا ممکن دوسرے ممکن کا معلول ہوگا۔
اسی طرح یہ سلسلہ بلانہایت چلا جائے گا۔ یہی تسلسل کی گرفتاری ہے
کہ کتنے ہی علتیں فرض کرو کسی مقام پر نہیں ٹھہر سکتے۔

۹۰ چو عقلش کرد در ہستی توغل
فرو پیچید پایش در تسلسل

یعنے جتنا کہ موجودات کو زیادہ ثابت کرتا ہے توحید سے دور پڑتا ہے
اس لئے کہ جو شخص کہ حقتعالے کو بوسیلہ اشیا جانتا ہے حقیقت میں
جاہل ہے۔ اور جو کہ اشیا کو حقتعالیٰ سے جانتا ہے وہ عارف ہے۔ ۵

خویش را عریاں کن از فضل فضول		ترک خود کن تا کند رحمت نزول

جبکہ حرفت ایک چیز کی ایک چیز سے یا ساتھ مماثلت ذات کے ہوتی
ہے یا مشابہت صفات سے۔ اس لئے فرمایا کہ۔

۹۱ ظہور جملہ اشیا بضد است
ولے حق را نہ مانند و نہ ند است

یعنے خدا تعالیٰ کا کوئی ذات و صفات میں شریک نہیں ہے بلکہ
ذات و صفات جمیع مخلوقات کے عکس اوس کے ذات و صفات
کے ہیں کہ آئینوں میں کثرت عالم کے ظاہر ہوئے ہیں۔ ۵

وَمَا هِيَ اِلَّا اَنْ بَدَتْ بِمَظَاهِر		فَظَنُّوا سِوَاهَا وَهِيَ فِيهَا تَجَلَّتْ

ہر دو عالم پر ز نور و دیدہ نابینا چہ سود		مہر رخسار تو می تابد ز ذرات جہاں

ہستی حق کی دلیل حق کے سوا نہیں ہوسکتی ہے۔ کیونکہ کثرت کو اوس کے ہستی کے طرف راہ نہیں ہے اور دلیل کو ہستی ضرور ہے۔

۹۲ چو نبود ذات حق را ضد و ہمتا
ندانم تا چگونہ داند او را

یعنے جب ذات حق کو کوئی مشابہ و مماثل نہیں ہے۔ بلکہ جو کچھ ہے وہی ہے کسی نے حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمہ سے پوچھا۔ مَا الدَّلِیْلُ عَلیٰ وُجُوْدِ الصَّانِعِ یعنے صانع کے وجود پر کیا دلیل ہے فرمایا اَغْنَی الصَّبَاحُ عَنِ الْمِصْبَاحِ یعنے صبح ہونے کے بعد چراغ کی ضرورت نہیں فَسُبْحَانَ مَنْ لَیْسَ لِذَاتِہٖ خِفَاءٌ اِلَّا الظُّھُوْرُ وَلَا لِوَجْہِہٖ حِجَابٌ اِلَّا النُّوْرُ۔

یعنی پاک ہے وہ ذات جس کی ذات کا کوئی حجاب نہیں سوائے ظہور کے اور اوسکی وجہ کا حجاب اوسی کا نور ہے

نہان ز چشم جہانے ز بسکہ پیدائی		حجاب روی تو ہم روی تست در ہمہ حال

حضرت خواجہ عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اَللّٰھُمَّ تَلَطَّفْتَ بِاَوْلِیَائِکَ فَعَرَفُوْکَ۔ وَلَوْ تَلَطَّفْتَ بِاَعْدَائِکَ لَمَا جَحَدُوْکَ۔ یعنے یا اللہ تو نے جو اپنے اولیا پر مہربانی فرمائی تو انھوں نے تجھے پہچانا۔ اور اگر تیرے دشمنوں پر بھی مہربانی فرماتا تو وہ بھی تیرے منکر نہوتے۔

۹۳ ندارد ممکن از واجب نمونہ
چگونہ داندش آخر چگونہ

ذات واجب الوجود مطلق ہے۔ اور ذات ممکن عدم اور کسی چیز کا جاننا بغیر اوس چیز کے نمونہ کے کہ ذات میں جاننے والے کے ہووے

محال ہے۔ یعنی ممکن صرف اضافت ہے۔ اور ذوات وصفات وافعال اشیاء سب عکوس ذات وصفات وافعال الٰہی ہیں کہ آئینوں میں تعینات کے جلوہ گر ہیں۔ اور جب تحقیق سے دلیل کو تصور کروگے تو عین مدلول ہے۔ اور کسی ایک شئے کو دلیل و مدلول بنانا جہالت ہے۔ کیونکہ دلیل چاہتی ہے کہ مدلول سے اظہر ہووے ہاں حقتعالیٰ کا عارف وہی ہو سکتا ہے کہ وجود اضافی مجازی کو سطوت نور وحدت میں اوسکے فانی کرے۔ اور باقی بہ بقاء حق ہووے۔ اور حق سے حق کو دیکھے اور جانے۔

۹۴ زہے ناداں کہ او خورشید تاباں
بنور شمع جوید در بیاباں

یعنے وجود واجب کو ممکن سے پہچاننا اسطرح ہے کہ کوئی شخص آفتاب کو بیابان میں یعنے ایسی جائے میں جہاں حجاب وحایل نہ ہووے نور شمع سے ڈھونڈے۔ اور طرہ یہ کہ اوس شمع کا نور بھی اوس آفتاب سے مقتبس وحاصل ہووے۔

۹۵ اگر خورشید بر یک حال بودے
شعاع او بہ یک منوال بودے

۹۶ ندانستے کسے کیں پرتو اوست
نبودے ہیچ فرق از مغز تا پوست

یعنے اگر آفتاب کو طلوع وغروب نہ ہوتا اور شعاع نور اوسکا ہمیشہ ایک

حال پر رہتا تو کسی شخص کو بھی یہ معلوم نہ ہوتا کہ یہ روشنی جو عالم میں ہے آفتاب کی پرتو سے ہے۔ بلکہ یہ سمجھتے کہ عالم اپنے ہی نور سے روشن ہے اسی طرح تجلی نور الٰہی جو ہمیشہ تاباں ہے۔ غایت شدت ظہور سے موجب خفاء حق ہے۔

۹۷ جہاں جملہ فروغ نور حق داں
حق اندر وے ز پیدائیست پنہاں

یعنے جہاں بہ لحاظ ذات ظلمت و عدم ہے۔ اور ہستی کے عالم میں نظر آتی ہے روشنیٔ نور وجود حق ہے۔ کیونکہ جسطرح درمیان میں موجود و معدوم کے واسطہ نہیں ہے۔ اسیطرح وجود و عدم میں بھی واسطہ نہیں ہے۔ جسطرح آفتاب نصف النہار میں شدت ظہور سے دیدہ اوس کے نور کا ادراک نہیں کرتا ہے اوسیطرح نور خورشید ذات احدیت غایت ظہور سے اپنے پرتو میں مخفی نظر آتا ہے۔

۹۸ چو نور حق ندارد نقل و تحویل
نیاید اندرو تغییر و تبدیل

یعنے نور حقتعالی متواتر و متوالی تجلی شہودی سے ماہیات ممکنہ کے آئینوں میں منعکس و تاباں ہے۔ اور اوس تجلی کا فیض فیض مطلق کی ذات سے ہرگز منقطع نہیں ہوتا۔ اسی لئے نور الٰہی تجلی نامتناہی میں تغیر و تبدیل نہیں ہے۔ اسی سبب سے وہم ہوتا ہے کہ اشیاء کو وجود اپنے سے ہے اسی لئے فرمایا کہ۔

۹۹ تو پنداری جہاں خود ہست دایم
بذات خویشتن پیوستہ قایم

یعنے ارباب عقول ضعیفہ مشاہدۂ نور آفتاب حقیقی کی تاب نہ لاکر گمان کرتے ہیں کہ اشیار کا وجود علیحدہ ہے۔ اگر مرتبۂ وحدۃ الشہود کو پہونچتے تو جانتے کہ وجود واجب مظاہر امکانیہ میں ظاہر ہے۔ اور نہایت شدت ظہور نور وحدت سے انعکاس اوس کے موجودات متکثرہ نظر آکر مزلہ اقدام عقول ہوے۔ یہانتک ہر ایک کو ایک وجود علیحدہ و تصور کرنے لگے پس جسقدر دلائل فراہم کرتے ہیں اوسی قدر اپنے مقصود سے دور ہوتے جاتے ہیں۔ اسی سبب سے فرمایا کہ۔

۱۰۰ کسے کو عقل دور اندیش دارد
بسے سرگشتگی در پیش دارد

۱۰۱ ز دور اندیشی عقل فضولی
یکے شد فلسفی دیگر حلولی

یعنے عقل فضولی کی دور اندیشی سے اشیار کے وجود کو غیر حق تصور کرتی ہے۔ ایک جماعت علیت وجود واجب اور معلولیت وجود ممکن کے قایل ہوے وہ فلسفی ہیں۔ اور ایک گروہ کہتا ہے کہ حقتعالی ساتھ ذات وصفات کے نشأ انسان کامل میں حلول فرماتا ہے مثل نصاریٰ کے حضرت عیسیٰ؈ کے متعلق۔ اور نصیریہ کا حضرت علیؓ کے متعلق اعتقاد ہے۔ اور حق بات یہ ہے کہ ادراک توحید

حقیقی کشف والہام وشہود کے سوائے میسر نہیں ہوسکتا اور
عقل کے نسبت کشوفات سے ایسے ہی ہے جیسے حواس کی معقولات
سے ۔ یعنے جسطرح حواس ادراک معقولات نہیں کرسکتے اسیطرح عقل
بھی ادراک کشوفات نہیں کرسکتی ۔ جسطرح فرمایا کہ ۔

۱۰۲ خرد را نیست تاب نور آں روے
برو از بہر او چشم دگر جوے

جو دیدہ کہ ادراک حق کرسکتا ہے وہ دیدۂ دل ہے جس کا نام بصیرت
ہے ۔ جب تک دیدۂ بصیرت سرمۂ جواہر ریاضت وسلوک وتزکیہ
نفس وتصفیۂ قلب وتجلیہ روح سے منور نہووے جمال دوست کا
مشاہدہ بطریق شہود کے نظر نہ آوے ۔ اور یہ امر باتفاق ارباب
طریقت کے سوائے ارشاد پیر کامل حق بین وحقداں کے حاصل نہووے

۱۰۳ دو چشم فلسفی چوں بود احول
ز وحدت دیدن حق شد معطل

احول اوسکو کہتے ہیں کہ ایک کو دو دیکھے ۔ جب حکیم فلسفی نے وجود
ممکن کو غیر وجود واجب اعتقاد کیا ہے ۔ اسی لئے وحدت حقیقی نظر نہ
آئی ۔ اور ذوق شہود توحید سے محروم ہوا اور صوفیہ کے پاس ایک
ذات ایک حقیقت ہے کہ بحکم تجلی اسم ظاہر کے جمیع مظاہر میں ظہور
کرکے ہر رنگ میں آپ ہی ظاہر ہوا ۔ اور جب ظاہر وباطن میں سوائے
اوس حضرت کے کوئی چیز نہیں ہے تو فرماتے ہیں کہ ۔

١٠٤ ز نابینائی آمد راہ تشبیہ
زیک چشمیست ادراکات تنزیہ

مشبہ وہ جماعت ہے کہ حق کو مجسم اور تشبیہ میں منحصر جانتے ہیں اور تنزیہ سے غافل ہیں۔ اور اشیاء کے ذات و صفات کو غیر ذات و صفات حق سمجھتے ہیں۔ پس مطلقاً ذات و صفات تشبیہی و تنزیہی توحید حق کو نہ سمجھے اسی لئے اندھے ہیں۔ اور منزہ ایک چشمی ہیں اس لئے کہ ذات حق کو صفت تنزیہ میں جانتے ہیں لیکن حیثیت ظہورت مظاہر یا نہ دیکھے نہ پہچانے۔ اور وہ لوگ تشبیہ و تنزیہ کو جمع کرتے ہیں اور کہتے ہیں حق جمیع تعینات میں ساتھ حقیقت واحد کے جو ذات و صفات سے معرا و منزہ ہے۔ کیونکہ وہاں غیریت و اثنینیت کا ملاحظہ نہیں کیا جاتا اور حقتعالی مشبہ ساتھ جمیع تعینات کے اس لحاظ سے ہے کہ وہی ہر شے کی صورت میں ظاہر ہوا ہے اور نقش ہیں ہر متعین کے تجلی فرماتا یہی شخص ہے عارف باللہ اور دونوں آنکھ سے دیکھتا ہے۔ ۵

فَاِن قُلتَ بِالتَّنزِیہِ کُنتَ مُقَیِّداً	وَاِن قُلتَ بِالتَّشبِیہِ کُنتَ مُحَدِّداً
وَاِن قُلتَ بِالاَمرَینِ کُنتَ مُسَدِّداً	وَکُنتَ اِمَاماً فِی المَعَارِفِ سَیِّداً

١٠٥ تناسخ زاں سبب شد کفر و باطل
کہ آں از تنگ چشمی گشت حاصل

ایک جماعت اوس طرف گئی ہے کہ روح انسانی اپنے ذات سے قایم نہیں ہے۔ اور زوال و عدم بھی اوس پر طاری نہیں ہوتا۔ پس

ضرورت ہے کہ اوس روح کو مظہر جسمانی ہووے کہ قیام اوس روح کا مظہر سے ہووے۔ اور جس وقت کہ وہ مظہر خراب ہووے چاہئے کہ دوسرے مظہر سے بے انقطاع کے تعلق اوس کا ہووے۔ خواہ وہ مظہر اعلےٰ ہووے یا ادنےٰ۔ یہ تناسخ ہے جو کفر و باطل ہے۔ اس لئے کہ اعمال کا بدلہ جسطرح کہ انبیا علیہم السّلام نے فرمایا ہے نہ وہ اس کے قایل نہیں ہیں۔ اور قیامت کے منکر ہیں اور ارواح کو احتیاج اجسام کی کیا ضرورت۔

۱۰۶ چو اکمہ بے نصیب از ہر کمالست
کسے کو را طریق اعتزالست

معتزلہ وہ گروہ ہے کہ لقاے حق کے دنیا و آخرۃ میں منکر ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ بندہ اپنے افعال کا آپ خالق ہے۔ نیکی حقتعالی سے ہے۔ اور بدی نفس سے۔ اور مرتکب کبیرہ نہ مومن ہے نہ کافر۔ بلکہ ایک مقام دو مقاموں کے درمیان میں ثابت کرتے ہیں۔

۱۰۷ کلامے کو ندارد ذوق توحید
بتاریکی درست از غیم تقلید

کلامی وہ جماعت ہے کہ علم کلام کے طرف منسوب ہے۔ اور کلام مراد ہے معرفت عقاید کی ساتھ دلایل عقلیہ کے جس کی تایید نقل سے ہوتی ہو یعنے متکلمی ذوق توحید عیانی تک نہ پہونچے۔ اور نور وحدۃ حقیقی کو دیدۂ مکاشفہ سے نہ دیکھ سکے اسی لئے بر سبیل عموم فرماتے ہیں کہ۔

۱۰۸ رمد دارد دو چشم اہل ظاہر
که از ظاہر نه بیند جز مظاہر

یعنے اہل ظاہر حق کو ساتھ تجلی اسم ظاہر کے اوس مظاہر میں ظاہر نہیں دیکھتے ہیں۔ اور نہیں سمجھتے ہیں کہ وہی تمام صورتوں میں جلوہ گر ہے۔ ۵

یا بہ پیشت حاضر و تو از خودی غایب ازو	با خود آ آخر چه گم گردی بگو

۱۰۹ از او ہر چه بگفتند از کم و بیش
نشانے داده اند از دیدهٔ خویش

یعنے ہر شخص اپنی قابلیت اور استعداد فطری کے موافق اوس کا نشان دیتا ہے اسی لئے اون کے مشاہدوں میں اختلاف ہوا ہے اور سریان ذات تعالی سے جو موجودات میں ہے غافل ہیں۔ اور انھیں حقیقت حالات خبر نہیں فرماتے ہیں۔

۱۱۰ منزه ذاتش از چند و چه و چون
تعالی شانه عما یقولون

یعنے ذات حق کم و ماہی و کیف سے منزہ ہے۔ اور اوسکو ساتھ کسی چیز کے کسی طرح نسبت نہیں ہے اس لئے کہ اوس حضرت میں کوئی چیز ہی نہیں ہے۔ جب سوائے اس کے کوئی موجود ہی نہیں ہے تو اوس کی دلیل سوائے اوس کے نہیں ہو سکتی کہ لا یحمل عطایاهم الا مطایاهم اور سالک راہ طریقت کی نہایت روش اس کے سوا نہیں ہے کہ حق کی تجلی میں محو اور متلاشی ہووے۔ اور اپنی اصلی عدمیت

یعنے اوس سے نسبت جو ہو اوس سے اوس کی نسبت اوس سے شان بالاتر ہے۔ ۱۲

یعنی اون کے عطیات کو اونھیں کے سواریاں اوٹھا سکتی ہیں

کے طرف رجوع کرے۔

سوال۔ کدامی فکر ما را شرط راہست

۱۱۱ چرا گہ طاعت و گاہے گناہست

یعنے سایل پوچھتا ہے کہ وہ فکر جو سالکان راہ حقیقت کے لئے ضروری ہے کونسی ہے۔ اور کیا سبب ہے کہ وہی فکر کبھی طاعت کبھی گناہ ہوجاتی ہے

جواب۔ در آلا فکر کردن شرط راہست

۱۱۲ ولے در ذات حق محض گناہ است

چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ تفکروا فی الاء اللہ ولا تفکروا فی ذات اللہ یعنے اللہ تعالےٰ کے نعمتوں میں فکر کرو۔ اور اوسکی ذات میں فکر نہ کرو یہاں مراد آلات صفات و افعال الٰہی ہے۔ جو تمام نعمتوں کا منشا ہے

۱۱۳ بود در ذات حق اندیشہ باطل

محال محض دان تحصیل حاصل

جب ذات حق تعالےٰ ہستی مطلق سے مراد ہے۔ اور دلیل کو بھی ہستی ضرورت۔ پس جو چیز کہ ذہن میں یا خارج میں تصور اوس کا کرکے معرفت ذات حق کے لئے وسیلہ بنائیں۔ اللہ تعالیٰ اوس چیز سے بھی زیادہ حاضر و حاصل ہے کیونکہ عام خاص سے زیادہ ظاہر ہے پس آنفکر ذات حق میں تحصیل حاصل ہے اور یہ باطل محال ہے اسی لئے فرمایا

۱۱۴ چو آیاتست روشن گشتہ از ذات

نگردد ذات او روشن ز آیات

۱۱۵ همه عالم بنور اوست پیدا
کجا او گردد از عالم هویدا

۱۱۶ نگنجد نور ذات اندر مظاهر
که سبحات جلالش هست قاهر

یعنے تمام اعیان موجودات ممکنہ نور حق سے متجلی ہیں اور اوس تجلی کے واسطہ سے ان اشیا کی صورت ہے۔ اور کوئی شے اوس کے ظہور کا سبب نہیں ہو سکتی ہے۔ کیونکہ کوئی چیز اوس کے سوا نہیں ہے تا اوس کے ہویدائی کا وسیلہ بن سکے۔ بلکہ تمام تعینات اسماء و صفات حق سے ظاہر ہیں۔ اور جب نور تجلی ذاتی ہووے تو موجب رفع تعینات ہے اس لئے کہ نور ذات مظاہر میں گنجایش نہیں رکھتا ہے۔ اور اوس کے سبحات جلال یعنے انوار عظمت کبریائی سب کو مٹا دیتے ہیں۔ ؎

اے شاہ عالم سوز من	وے ماہ جان افروز من
اے ساز من اے سوز من	کے بینمت بار دگر

۱۱۷ رہا کن عقل را با حق همی باش *
که تاب خور ندارد چشم خفاش

یعنے جب معرفت حقیقات وسایل و دلایل سے حاصل نہیں ہو سکتی ہے پس عقل وسیلہ جوئی کو چھوڑ دے۔ اور مرشد کامل کے ارشاد کے موافق ہمیشہ یاد حق میں رہ۔ تا آئینہ دل زنگ کثرت سے مصفا ہو کر مجلا و محل تجلی الٰہی ہووے۔ اور حق سے حق کو

مشاہدہ کرے اور بوسیلہ آلہ کے کہ فکر ہے معرفت تامہ حاصل ہووے یہی طریقہ اولیا و انبیا کا ہے۔ اور عقل اس جگہ مثل خفاش ہے۔ اس لئے فرمایا کہ۔

۱۱۸ دراں موضع کہ نور حق دلیلست
چہ جائے گفتگوئے جبرئیلست

۱۱۹ فرشتہ گرچہ دارد قرب درگاہ
نگنجد در مقام لی مع اللہ

۱۲۰ چو نور او ملک را پر بسوزد
خرد را جملہ پا و سر بسوزد

یعنے جب نور تجلی الٰہی راہبری کرتا ہے۔ سالک بغیر واسطہ کے حق تک پہونچ جاتا ہے۔ اور مرتبہ انسان کامل کا بلحاظ حصول جمعیت اسمائے الٰہی و حقایق کونی کے مقرب فرشتہ سے بھی افضل ہے۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ لِی مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُ فِیْہِ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِیٌّ مُرْسَلٌ۔ بعض کہتے ہیں کہ یہاں نبی مرسل سے مراد آنحضرت کی ذات مقدس ہے آخر وہ بھی تعین ہے۔ اور تعین کو اوس حضرت میں گنجایش نہیں چنانچہ فرمایا کہ فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّہٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَہٗ دَکًّا۔ اسی مقام طرف اشارہ ہے۔

۱۲۱ بود نور خرد در ذات انور

بسان چشم سر در چشمۂ خور

یعنی جسطرح دیدۂ ظاہر آفتاب کے دیکھنے سے خیرہ و تاریک ہوتا ہے اسیطرح دیدۂ عقل نور تجلی ذاتی سے تاریک ہوجاتا ہے اور غایت قرب عدم رویت کا سبب ہے۔ جسطرح فرماتے ہیں

۱۲۲ جو مبصر با بصر نزدیک گردد
بصر ز ادراک او تاریک گردد

یعنی جسطرح دیدہ کی نسبت کرتے مرئیات کا بہت نزدیک ہونا سبب تاریکی بصر اور عدم ادراک مبصر ہوتا ہے۔ یہی حال دیدۂ باطن کا بھی ہے۔ جبکہ غایت نزدیکی سے دیدہ میں تاریکی ہوتی ہے اور ادراک حاصل نہیں ہوتا اس لئے فرمایا۔

۱۲۳ سیاہی گر بدانی نور ذاتست
بتاریکی درون آب حیاتست

یعنی سیاہی کہ مراتب مشاہدات میں دیدۂ بصیرت سے جو سالک کو نظر آتی ہے وہ بسبب نہایت نزدیکی کے بصر و بصیرت کو حاصل ہوئی ہے۔ اور اوسی تاریکی میں نور ذات ہے جو مقتضی فنا ہے اور آبحیات بقا باللہ جو موجب حیات سرمدی ہے۔ خلاصہ یہ کہ جو اس معنی کو ذوق سے حاصل نکرے اوس سے جسقدر بیان کیجیے ستر و خفا بڑھتا جاتا ہے۔

۱۲۴ سیہ جز قابض نور بصر نیست

نظر بگذار کیں جائے نظر نیست

یعنے نور سیاہ جو غایت قرب سے ہے وہ نور بصر کو قبض کرتا ہے اور بصیرت اس حال میں بے ادراک ہوتی ہے اسی لئے کہا کہ نظر چھوڑ دے۔ کیونکہ نظر ناظر و منظور کو چاہتی ہے۔ اور یہ مقام نظر نہیں ہے۔ کیونکہ یہاں مرتبہ فنا و محو تعینات و رفع اثنینیت ہے

۱۲۵ چہ نسبت خاک را با عالم پاک
کہ ادراک است عجز از درک ادراک

یعنے نہایت کمال ممکن یہ ہے کہ اپنی اصلی آدمیت کے طرف رجوع کرے۔ اور اپنی نادانی و نیستی کو جانے۔ اور یقین کرے کہ نہایت علم و ادراک عدم ادراک ہے۔ کیونکہ مدرک حقیقی غیر متناہی ہے۔ اور علم متناہی یہی مقام حیرت و استغراق ہے اور یہی ہے کہ ظہور فَنَاءُ مَنْ لَمْ یَکُنْ وَبَقَاءُ مَنْ لَمْ یَزَلْ اور بحکم اِنَّ اللّٰہَ یَأْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰی اَھْلِھَا یعنے ہستی ہست کو اور نیستی نیست کو راجع ہووے۔ پس ممکن امکانیت کے لحاظ سے ہمیشہ نیست و ظلمت میں ہے اسی لئے فرمایا۔

۱۲۶ سیہ روئی ز ممکن در دو عالم
جدا ہرگز نشد واللہ اعلم

یعنے سیہ روی جو مراد ظلمت و نیستی وجہ امکانیہ ہے ہرگز ممکن سے جدا نہ ہوگی۔ اور ہستی ممکن عبارت ظہور وجود واجب سے ہے

اوسکی صورت میں یہی وجہ باقی ہے۔ مَا عِندَکُم یَنفَدُ وَمَا عِندَ اللّٰہِ باقٍ۔

۱۲۷ سواد الوجہ فی الدارین درویش
سواد اعظم آمد بے کم و بیش

اصطلاح صوفیہ میں فقر فنا فی اللہ سے مراد ہے۔ اور یہ سواد وجہ سواد اعظم ہے۔ اس لئے کہ سواد اعظم وہ ہے کہ جو کچھ چاہیں اس میں ہووے۔ اور جو کچھ تمامی مراتب موجودات میں مفصل ہے اس مرتبہ میں بطریق اجمال ہے۔ جیسے جھاڑ تخم میں۔ چونکہ یہ مقام بیان کرنے سے اعلےٰ ہے اس نے فرمایا کہ۔

۱۲۸ چہ میگویم کہ ہست این نکتہ باریک
شب روشن میان روز تاریک

احتمال ہے کہ مراد شب روشن سے ذات احدیت ہووے بسبب بیرنگی و بے تعینی کے شب سے تشبیہ دیگئی ہے۔ اس لئے جسطرح رات میں کسی چیز کا ادراک نہیں ہو سکتا ہے اسیطرح مرتبہ ذات میں کہ مرتبۂ فنا ظاہر ہے ادراک و شہود نہیں رہتا اور روشن اس لئے کہا کہ سب اشیاء اوسی کی روشنی سے نمودار ہیں۔ اور روز تاریک سے مراد تعینات و کثرت امکانی ہے جو مثل روز نمود رکھتے ہیں لیکن فی حد ذاتہا تاریک و عدم ہیں پس باوجود ظہور کے مخفی نظر آتے ہیں۔ چونکہ اکثر اظہار اسرار یہ

تجلیات باعث طعن و انکار ہے اس لئے فرماتے ہیں۔

۱۲۹ دریں مشہد کہ انوار تجلیست
سخن دارم ولے ناگفتن اولیست

مشہد محل شہود ہے۔ اور تجلی سے مراد مَا یَنْکَشِفُ لِلْقُلُوْبِ مِنْ اَنْوَارِ الْغُیُوْبِ ہے۔ اور جبکہ دل سالک مصفیٰ ہوتا ہے اوس میں انوار الٰہی متمثل بجمیع الوان ہو کر چمکتے ہیں۔ اور حقتعالیٰ بصورت و کیفیت و بے صورت و کیفیت اوس کے واسطے جلوہ گر فرماتا ہے۔ کیونکہ حق کو مثل نہیں ولیکن مثال ہے۔ اور تجلی موسیٰ شجرۂ وادی ایمن سے اسی قبیل سے ہے اور حدیث رَأَیْتُ رَبِّیْ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَۃٍ چونکہ ہستی مطلق سوائے ہستی مطلق کے نظر نہیں آسکتی اس لئے فرمایا کہ۔ تمثیل۔

۱۳۰ اگرچہ خور بچرخ چارمین است
شعاع نور ذاتش بر زمین است

۱۳۱ اگر خواہی کہ بینی چشمۂ خور
ترا حاجت فتد با جرم دیگر

۱۳۲ چو چشم سر ندارد طاقت و تاب
تواں خورشید تاباں دید در آب

۱۳۳ ازو چوں روشنی کمتر نماید
در ادراک تو حالی میفزاید

لیئے کہ جب مشاہدہ جرم آفتاب کا پانی میں کریں تو اوسقدر مانع رویت نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ ایک طرح کا ادراک ہو سکتا ہے اس تمثیل سے غرض معقول کا محسوس پر قیاس کرنا ہے اسی لئے فرمایا کہ

۱۳۴ عدم آئینہ ہستیست مطلق
کزو پیداست عکس تابش حق

یعنی ہستی مطلق کہ نور مطلق ہے اگر مقابل میں اوس کے ایسی چیز نہووے کہ نور مطلق کا اثر اوسکے نظر آوے تو کسی وجہ سے مدرک نہوسکیگا اور مقابل ہستی کا نیستی کے سواے نہیں ہے پس عدم وجود کا آئینہ ہوا یہاں عدم سے مراد اعیان ثابتہ ہیں۔ یعنی ماہیات ممکنہ جسکا نام صور علمیہ بھی ہے۔ اور نور وجود نے اون کے استعدادات و قابلیات کے موافق اوس میں ظہور کیا۔ یعنی آئینہ عدم سے کہ اعیان ہے عکس تابش نور وجود حق ظاہر ہے۔ اور حقیقتا اوسنے صورت اعیان میں ظہور کیا۔ اور اونکے آثار و احکام وجود میں ظاہر ہیں۔ اور وہ اوسیطرح معدوم ہیں اور یہ مسئلہ بغیر کشف کے کما ینبغی سمجھ میں نہیں آتا۔

۱۳۵ عدم چوں گشت ہستی را مقابل
دروعکسے شد اندر حال حاصل

۱۳۶ شد آں وحدة ازیں کثرة پدیدار
یکے را چوں شمردی گشت بسیار

یعنے وہ وحدۃ حقیقی کہ وہ ہستی مطلق ہے اس آئینوں کی کثرت سے
کہ اعیان ثابتہ ہے ظاہر ہوئی ۔ باوجودیکہ کثرت تعینات میں ظہور
کی ہے ۔ کسیطرح کی کثرت حقیقت میں اوس وحدۃ کے لازم نہو وے
مثل واحد کے کہ دو بار گنے تو دو ہووے ۔ اور تین بار گنے تو تین
ہووے ۔ اور اسی پر قیاس کر ۔ لیکن وہ وحدۃ ہر گنتی میں ایک
صفت کی خصوصیت اور ایک اسم سے ممتاز ہوی ۔ اور اوس کمالات
صفات کی نہایت نہیں ہے جسطرح فرمایا ۔

۱۳۷ عدد گرچہ یکے دارد بدایت
ولیکن نبودش ہرگز نہایت

جان کہ واحد مبدا و منشار جمیع اعداد ہے ۔ اور تمام عدد اوسی سے
حاصل ہوے ہیں بلکہ وہی ہے کہ تمام اعداد کا عین ہے ۔ لیکن
عدد کو نہایت نہیں ہے ۔ اور اوس میں اشارہ ہے ظہورات
الہی کے عدم انحصار کے طرف اور ظاہر ہے کہ جب آئینہ صاف
ہوگا صورت بھی نظر آئیگی اس لئے فرمایا کہ ۔

۱۳۸ عدم در ذات خود چوں بود صافی
ازو تا ظاہر آمد گنج مخفی

۱۳۹ حدیث کنت کنزا را فروخواں
کہ تا پیدا بہ بینی سر پنہاں

جبکہ نیستی آئینہ ہستی ہے اسی لئے مرشدان طریقت سالکوں کو

فرماتے ہیں کہ نفی خواطر اور باطن کو غیر سے خالی کرنے میں کوشش کریں۔ تا اونکا دل بعضے صفات کی ہستی سے متصف ہووے۔ تا اوس نیستی کے واسطہ سے نمایندگی کی قابلیت پیدا ہو کر حقتعالے کی تجلی دیکھے۔ ۵

آنکہ او بے نقش و سادہ سینہ شد	نقشہائے غیب را آئینہ شد
آئینہ دل چون شود صافے و پاک	نقشہا بیند بروں از آب و خاک
ہم ببیند نقش و ہم نقاش را	فرش دولت را و ہم فراش را

حدیث قدسی۔ کُنتُ کَنزاً مخفِیاً فَاَحبَبتُ اَن اُعرَفَ فَخَلَقتُ الخَلقَ لِکَی اُعرَفَ اس بات کی دلیل ہے یعنے ذات حق جو ہستی مطلق ہے اپنے کمال نورانیت میں مخفی تھی۔ اور تمام کا ظہور تجلی شہودی پر موقوف تھا کہ مراد ظہور حق سے ساتھ صور اعیان ثابتہ کے ہے پس خَلَقتُ الخَلقَ لِکَی اُعرَفَ شہودی تجلی کے طرف اشارہ ہے اور ظہور و خفی امر نسبی ہیں نہ ادراک و شعور ہرگز ذات سے منفک نہیں ہے۔ شہود اجمال ہے اِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ عَنِ العَالَمِینَ اور شہود تفصیلی میں اِبنَ اٰدَمَ اَنَا بُدٌّ لَکَ مُحِبٌّ فَبِحَقِّی عَلَیکَ کُن لِی مُحِبّاً جبکہ پایا اس معنی کا صورت عکس میں کہ عالم ہے سوائے انسان کے نہیں ہو سکتا ہے۔ اس لئے فرمایا کہ۔

۱۴۰ عدم آئینہ عالم عکس و انساں
چو چشم عکس در وے عکس پنہاں

عالم کو کہ واسطہ واکہ علم کا ساتھ وجود حق کے ہے عالم کہتے ہیں

میں ایک مخفی خزانہ تھا پس میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں پس میں نے خلق کو پیدا کیا تاکہ پہچانا جاؤں ۱۲

بیشک اللہ تعالیٰ تمام عالم سے بے پرواہ ہے ۱۲ یقیناً ... اے ابن آدم ... اور حق کے ... میرا دوست ہو جا ۱۲

یعنے عدم کہ اعیان ثابتہ ہے آئینہ وجود حق ہے۔ اور عالم اوس وجود کا عکس ہے کہ بواسطہ تقابل کے آئینہ عدم میں ظاہر ہوا۔ اور اوس عکس کو ظل بھی کہتے ہیں اس لئے کہ جسطرح ظل نور سے ظاہر ہے۔ اور نور سے قطع نظر کریں تو عدم ہے۔ اسیطرح عالم نور حق سے پیدا اور روشن ہے اور ذات کے نظر کرتے عدم و ظلمت ہے۔ اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّکَ کَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ یعنے تو دیدۂ اعتبار نہیں کھولتا ہے۔ اور نہیں دیکھتا ہے کہ حقتعالے کسطرح وجود اضافی کو جو پرتو نور وجود حقیقی ہے۔ اعیان ممکنات پر ممتد و منبسط کیا ہے۔ اور انسان اس عکس کا جو عالم ہے آئینہ ہے۔ جسطرح کہ تمام چیزیں آنکھ سے نظر آتی اور ظاہر ہوتی ہیں اسیطرح اسرار الٰہی انسان سے ظاہر ہوتی ہیں اور ایجاد عالم سے جو مقصود ہے وہ انسان ہی ہے۔ جب حقیقت میں صورت انسانی کہ چشم عالم ہے حقتعالے اپنا مشاہدہ جمال دکھلا رہا ہے اس لئے فرمایا کہ

تو چشم عکسی و او نور دیدہ
بدیدہ دیدہ را دیدہ کہ دیدہ

یعنے انسان چشم عالم ہے جو عکس وجود حق ہے۔ اور حقتعالے اس دیدہ کا نور۔ یعنے انسان العین ہے۔ جاننا چاہیے کہ ایک شخص آئینہ میں اپنے عکس کو دیکھتا ہے۔ اور جو شخص میں ہے وہ عکس میں بھی ہونا چاہیے جسطرح اصل کو آنکھ ہے اوسی طرح عکس کو بھی ہے اور جسطرح دیکھنے والے کے دیدہ میں تمام صورت عکس کی منطبع ہے

سبحان

عکس کے دیدہ میں بھی تمام صورت دیکھنے والے کی منطبع ہو گی حاصل
معنی دوسرے مصرع کے یہ ہیں کہ بدیدہ یعنے ساتھ انسان کے کہا گیا
چشم عکس ہے دیدہ را یعنے انسان العین کو کہ حقتعالےٰ مراد ہے جو نور
دیدہ ہے۔ کیونکہ دیدہ بسبب اوس کے دیکھتا ہے۔ یعنے دیدہ انسان العین
جو انسان میں نہاں ہے دیدہ ہے۔ یعنے بواسطۂ انسان کے حق کو
دیدہ حق دیکھا اور خود آپ اپنے خودی کا دیکھنے والا ٹھیرا۔ یہ عجب نکتہ
ہے کہ حقتعالےٰ ایک وجہ سے انسان العین ہے اور ایک وجہ سے
انسان انسان العین ہے جبکہ عالم ساتھ انسان کے جو بجاے اوس کے
دیدہ کے ہے مثل ایک شخص کے ہے جس کا نام انسان کبیر ہے۔ اور
اس سبب سے کہ انسان حقیقت و خلاصہ سب کا ہے ایک علحدہ جہان
ہے۔ اور فی الواقع جو نسبت حقتعالےٰ کو انسان سے ہے وہی نسبت
انسان کو جہان سے ہے جسطرح فرمایا کہ۔

۱۴۲ جہاں انسان شد و انسان جہانے
از ین پاکیزہ تر نبود بیانے

یعنے جہان ساتھ انسان کے انسان کبیر ہے۔ اور انسان سب کا
خلاصہ ہو کر ایک علحدہ جہان ہے۔ اور جسطرح کہ حقتعالےٰ انسان میں
تجلی فرماکر اور اوس کا دیدہ ہو کر اپنے دیدہ سے خود کو مشاہدہ فرمایا
اسیطرح انسان جہان میں پیدا ہو کر اور دیدۂ جہان ہو کر اپنے کو آپ
مفصلاً مشاہدہ کیا۔ اور جبکہ جو کچھ ہے حقیقت میں سب ہستی حق ہے۔

اور اوس کے سوا کچھ نہیں ہے۔ فرمایا کہ

۱۴۳ چو نیکو بنگرے در اصل ایں کار
ہمو بینندہ ہم دیدہ است دیدار

۱۴۴ حدیث قدسی ایں معنی بیاں کرد
فبی یسمع و بی یبصر عیاں کرد

لا یزال العبد یتقرب الی بالنوافل حتیٰ احبتہ فاذا احبتہ کنت سمعہ وبصرہٗ ولسانہ و یدہٗ و رجلہ فبی یسمع و بی یبصر و بی ینطق و بی یبطش و بی یمشی یعنے ہمیشہ بندہ مجہ سے ساتھ نوافل کے نزدیک ہوتا ہے۔ نوافل سے مراد طاعات و عبادات نافلہ ہیں۔ یہانتک کہ میں اوسکو دوست رکھتا ہوں۔ جب اوسکو دوست رکھتا ہوں تو اوس کے کان ہوں اوسکی آنکھ۔ اوس کی زبان۔ اوس کا ہاتھ۔ اور اوس کا پاؤں ہوجاتا پس مجہ سے سنتا۔ مجہ سے دیکھتا۔ مجہ سے کہتا۔ مجہ سے پکڑتا۔ مجہ سے چلتا ہے۔ شاعر نے کیا خوب کہا۔ ؎

ایں سعادت ہر کرا او را گرفت	خاک پایش را فلک بر سر گرفت
ہر کہ او از خود کلی وا نرست	ماندش ذرے ازیں دریا بدست
خود محبت فارغ از ما و منست	ہر کہ او را دوست خود را دشمن است

۱۴۵ جہاں را سر بسر چوں آئینہ داں
بہر یک ذرہ در وے مہر تاباں

جان کہ عالم من حیث المجموع مثل آئینہ ہے۔ حقتعالے تمامی وجوہ

اسما تفصیل سے اوس میں دکھلایا ہے۔ اور یہہ ہر ذرہ اس عالم سے ایک آئینہ ہے کہ حقتعالے اون وجوہ اسمار میں سے ساتھ ایک وجہ کے اوس میں منعکس ہوا ہے کیونکہ ہر ذرہ صورت ایک اسم کی اسمائے آلھیہ سے ہے کہ وجہ اوس اسم کی اوس صورت میں ظاہر ہے اور یہ معلوم ہے کہ ہر ایک اسم اسمائے جزوی سے ہو یا کلی سے متصف جمیع اسمائے ہے اس لئے کہ تمام اسما ذات احدیت سے متحد ہیں۔ اور ایک دوسرے سے بسبب خصوصیات صفات و نسب کے ممتاز ہیں۔ اور صفات و نسب بالقوۃ لازم ذات ہیں اور ذات سے منفک نہیں ہو سکتے ہیں۔ پس ہر ایک چیز میں تمام چیز ہو گی جسطرح ایک چیز میں تمام موجودات حقیقت میں ہیں۔ لیکن اوسکا تعین مانع ظہور ہے۔ اسکو سر تجلیات کہتے ہیں۔ کہ عارف ہر شے میں تمام اشیار کا مشاہدہ کرتا ہے۔

۱۴۶ اگر یک قطرہ را دل بر شگافی
برون آید از و صد بحر صافی

یعنے اگر ایک قطرہ کا دل بھی چیرا جاوے۔ اور جو کچہ اس کے باطن میں مخفی ہے ظاہر ہووے۔ اور تعین قطرہ اوٹھے۔ اور اپنے قید خودی سے چھوٹے باوجود اس کے کہ وہ قطرہ ایک جزو صغیر ہے۔ سو صاف دریا بلکہ بے شمار نکل پڑیں۔ کیونکہ جو کچہ کدورت ونقص ہے تعین کا لازمہ ہے اور جب تعین نرہا جسکو دیکھو صاف ہے

۱۴۷ بهر جزوی ز خاک ار بنگری راست
ہزاران آدم اندر وے ہویداست

یعنے خاک کے ہر جزو میں ہزاروں آدم پیدا و ظاہر ہے اور ہو سکتا ہے کہ فعل میں آئیں اس لئے کہ سب کی حقیقت ایک ہے۔ اور وہی ایک حقیقت تمام صورتوں میں موافق تفاوت قابلیات و استعدادات کے ظہور پائی ہے۔

۱۴۸ بہ اعضا پشہ ہم چند پلیست
درا سما قطرہ مانند نیلست

یعنے مچھر کا چھوٹا وجود اور ہاتی کا بڑا۔ اعضا میں مثل ایک دوسرے کے ہے اعنی جو عضو ہاتی کو ہے مچھر کو بھی ہے۔ اور قطرہ کو نسبت نیل سے یہ ہے کہ دونوں کو پانی کہتے ہیں۔ یہ اوس سر کے طرف اشارہ ہے کہ تمام اشیاء کی حقیقت جس سے ہے وہ ایک چیز ہے۔

۱۴۹ درون حبہ صد خرمن آمد
جہانے در دل یک ارزن آمد

۱۵۰ بہ پر پشہ در جاے جانے
درون نقطۂ چشم آسمانے

یہ سب اوسوقت ظاہر ہوتا ہے کہ قید تعین سے خلاصی پاے۔

۱۵۱ بدان خردی کہ آمد حبۂ دل
خداوند دو عالم راست منزل

حبۂ دل و نقطۂ خون سیاہ ہے کہ اصل حیات ہے۔ اور اسی سے حیات و فیض تمام اعضا کو پہونچتا ہے۔ اور باوجود اس خردی کے محل ظہور عظمت حق ہے۔ اور ہر ایک مرتبہ مراتب وجود سے صرف دل انسان کامل ہی میں سمایا ہے جسطرح لا یسعنی کی حدیث میں آیا ہے

۱۵۲ درو در جمع گشتہ ہر دو عالم
گہے ابلیس گردد گاہ آدم

جبکہ دل انسان مظہر جمعیت الٰہیہ ہے۔ اور حقایق مراتب ظاہر و باطن کہ جس سے مراد ہر دو عالم ہے دل انسان میں جمع ہوے ہیں۔ کبھی غلبہ اسماے جلال سے ابلیس ہوتا ہے اور ایک وقت بمقتضاے اسمار جمالی کے آدم ہوتا ہے لیکن ہر جمال کو جلال ہے۔ اور ہر جلال کے پیچھے جمال ہے جسطرح فرمایا۔

۱۵۳ ببیں عالم ہمہ درہم سرشتہ
ملک در دیو و شیطان در فرشتہ

یعنے دیو کے ساتھ فرشتہ ہے کیونکہ ہر چیز کے ہمراہ فرشتہ ہے اور فرشتہ میں شیطان ہے جسطرح آسمان پر شیطان فرشتوں کے ساتھ تھا۔ ارض عالم میں آفاق و انفس عقل و نفس روح و طبیعت کہ سب ایک دوسرے پر مترتب ہیں اس لئے فرمایا۔

۱۵۴ ہمہ باہم بہم چوں دانہ و بر
ز کافر مؤمن و مومن ز کافر

یعنے جسطرح مقصود تخم سے نفع اور پھل ہے۔ اسیطرح خیر و شر مومن و کافر باہم ملے ہوئے ہیں۔ اور سبب کمال ایک دوسرے کے ہیں۔

۱۵۵ ہم جمع آمدہ در نقطۂ خال
همہ دور زماں روز و ماہ و سال

یعنے نقطہ خال کہ مراد حضرت الٰہیہ سے ہے بسبب امتداد معنوی کے کہ ظہور میں اوس حضرت کے ملاحظہ کرتے ہیں اوسکو وقت دایم کہتے ہیں اور بحسب مرتبہ کے بہایت غیب مطلق ہے۔ اوس کے آثار احکام ظہور شہادت میں اور خروج قوۃ سے فعل میں کہ جس سے مراد ماضی مستقبل ہے ایک جاے ایک ہی دفعہ میں بے ملاحظہ تقدم و تاخر کے اوس نقطہ خال میں حاضر و جمع ہیں۔

۱۵۶ ازل عین ابد افتاد باہم
نزول عیسے و ایجاد عالم

یعنے حضرت الہیہ میں ازل و ابد کہ مراد اولیت و آخریت اشیاء موجودہ سے ہے ملے ہوے ہیں۔ اور اوس کے علم میں برابر ہیں۔ ایجاد عالم اور نزول عیسی باہم معلومیت الہی کے لحاظ سے ایک ہیں۔

۱۵۷ ز ہر یک نقطہ زیں دور مسلسل
ہزاراں شکل میگرد د مشکل

دورے مراد حرکت کوکب ہے کہ مبدا معین سے ایک خاص حرکت ہوکر پھر اوسی مبدے کو پہونچ جانا۔ الدور مسلسل سے جو دایرہ میں حرکت

دوری سے جو صورت وجود پیدا ہوتی ہے مراد ہے۔ یعنے اس دایرہ مسلسل نے بمقتضائے ظہور و اظہار اس شیونات مختلفہ غیر متناہیہ کے مرتبہ علم سے عین میں آتے ہیں۔ اور پھر اپنے اصل کے طرف عود کرتے ہیں

۱۵۸ ز ہر یک نقطہ دوری گشتہ دایر
ہمو مرکز ہمو در دور سایر

یعنے تمام اشیا را سما ت دایر ہیں اور اسما ایک ذات سے۔ پس البتہ ان دوایر غیر متناہیہ کا مرکز۔ اور اس تمام دوایر کے دور میں سایر وہی ہے سوائے اس کے کوئی موجود حقیقت میں نہیں۔

۱۵۹ اگر یک ذرہ را بر گیری از جائے
خلل یابد ہمہ عالم سراپائے

یعنے مجموعہ اجزا عالم حکمت کاملہ سے اس ترتیب پر واقع ہے کہ ایک ذرہ بھی اوس کی جاے سے علیحدہ کریں وہ وضع نہ رہے۔ اور ترتیب عالم جو واقع ہوئی ہے مختل ہو جاے اور تمام عالم میں خلل آجائے۔

۱۶۰ ہمہ سرگشتہ و یک جزو از ایشاں
برون ننہادہ پا از حد امکاں

یعنے تمام عالم سرگشتہ وجویاں اوس حقیقی مقصد کا ہے۔ اور اجزاء عالم سے ایک جز با وجود اون کے صورتوں میں حقیقۃ الحقایق ظاہر ہونیکے حد امکاں سے پاؤں باہر نہیں رکھ سکتا۔ اور قید امکانیہ میں محبوس ہے

۱۶۱ تعین ہر یکے را کردہ محبوس

بجزویت بکلی گشتہ مایوس

یعنی تعین تشخص بواسطہ شیون نسب کے جو ایک وجود کو عارض ہوا ہے ہر ایک کو اس افراد عالم سے محبوس و مقید کیا ہے۔ اور عالم اطلاق کی سیر کرنے نہیں دیتا۔ اور اوس حقیقت پر کہ جو سب کی صورتوں میں تجلی کی ہے واقف ہونے نہیں دیتا۔

۱۶۲ تو گوئی دائما در سیر و حبس اند
کہ پیوستہ میان خلع و لبس اند

یعنی ممکنات کہ مراد عالم سے ہے بسبب اقتضائے ذاتی کے جانب عدم بسرعت تمام ساری ہے۔ پس ہا کے تو ہمیشہ سیر میں ہے۔ جب نفس رحمانی سے امداد وجودی بغیر انقطاع کے پہونچتے ہی اوس کو قید وجود میں محبوس رکھتی ہے۔ اور اپنی عدمیت کے طرف پلٹنے نہیں دیتی تو موجد کے لحاظ سے ہمیشہ حبس میں ہے۔ یعنی ممکن ہر لحظہ لباس وجود نکالنا چاہتا ہے۔ اور نفس رحمانی ہمیشہ لباس وجود پہناتا ہے تو وہ ہر آن میں خلق جدید میں ہے چنانچہ بَلْ هُمْ فِي لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيدٍ میں اسی طرف اشارہ ہے۔

۱۶۳ ہمہ در جنبش و دائم در آرام
نہ آغاز یکے پیدا نہ انجام

یعنی عالم کو دو اعتبار ہیں۔ ایک اپنی ذات کے اعتبار سے اور دوسرے موجد کے لحاظ سے۔ اور بواسطہ دو اعتبار کے دو امر مخالف اس میں دیکھے جاتے ہیں۔ جنبش ممکن کی اپنے مرکز کی طرف جو عدم ہے ضرور ہے

اور نفی

اور نفس رحمانی مقام ہستی میں آرام و سکون ہے۔ اور کوئی شخص نہیں جانتا ہے کہ ان مراتب کی ابتدا کب ہوئی۔ اور نہایت کب ہوگی۔

۱۶۴ ہمہ از ذات خود پیوستہ آگاہ
وزانجا راہ بردہ تا بدرگاہ

جب حقیقت الجمیع اشیاء و اعیان کے متجلی ہے۔ اور علم و حیات لازم ذات الہی ہے۔ جہاں ملزوم ہوگا البتہ لازم بھی ہوگا۔ یعنے تمام عالم اپنے ذات سے بقوۃ یا بفعل آگاہ ہے۔ تو اب درگاہ حضرت الہیہ تک راہ پاسکتے ہیں کیونکہ ذات حق بھی سب کے صورتوں میں متجلی و ظاہر ہے۔

۱۶۵ بزیر پردہ ہر ذرہ پنہاں
جمال جانفزاے روے جاناں

یہ بات عجایب شیونات الہی سے ہے کہ عین ظہور میں مخفی اور عین خفا میں ظاہر ہوتا ہے۔ اور تعینات و تشخصات اوس جمال کے پردہ میں

قاعدہ تمثیل ۱۶۶ تو از عالم ہمیں نامے شنیدی
بیا برگو کہ از عالم چہ دیدی

۱۶۷ چہ دانستی ز صورت یا ز معنی
کدامست آخرت چونست دینی

یعنے عالم سے تو یہی ایک لفظ مراد سمجھا ہے۔ بلکہ عوالم غیر محسوس بہت ہیں اور دنیا اوس عالم سے مراد ہے کہ نفس انسانی جس میں

بدن سے متعلق ہے اور بواسطہ آلات بدنی کے اخلاق و اعمال سیات وحسنات سے حاصل کرتا ہے۔ اور آخرۃ وہ عالم ہے کہ بدن کی مفارقت کے بعد اوس جگہ ان اخلاق و اعمال کا بدلہ ملیگا۔

۱۶۸ بگو سیمرغ و کوہ قاف چہ بود
بہشت و دوزخ و اعراف چہ بود

جاننا چاہیے کہ سیمرغ حقیقت انسانی سے مراد ہے کہ حقتعالے ساتھ تمامی اسماء و صفات کے تجلی و ظاہر ہے جسطرح کہ لوگ کہتے ہیں کہ کوہ قاف تمام عالم کو محیط ہے اسیطرح حقیقت انسانی تمام حقایق عالم کو شامل ہے اور اسیطرح بہشت و دوزخ کے بھی مظاہر تمام عالم میں ہیں۔ کیونکہ اونکے اعیان کو صورت علمیہ ہیں۔ علم الہٰی میں ہیں۔ اور عالم روحانی میں وجود جسمانی سے پہلے بھی اونکا وجود تھا۔ اور اس دار دنیا میں بھی اون کے وجود کے ثبوت کے لئے یہ حدیث ہے۔ اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّۃُ الْکَافِرِ اور اونکا وجود کا برزخ مثالی میں ہونے کے لئے یہ دلیل ہے۔ اَلْقَبْرُ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ۔ اَوْ حُفْرَۃٌ مِّنْ حُفَرِ النِّیْرَانِ اور عالم انسانی میں جو سب کا منتخب ہے وہاں بھی اونکا وجود ہے اسلئے کہ مرتبہ روح اور اوس کے کمالات عین نعیم جنت ہے اور مقام نفس و ہوا ذات جہیم ہے۔ اور اون کے مرتبوں کا آخر مظاہر دار آخرۃ ہے جو عالم بدلے کا ہے۔ اور اعراف مرتبہ سابقوں کا ہے۔

۱۶۹ کدامست آنجہاں کو نیست پیدا

کہ یک روزش بود یکسال اینجا

یعنی ایک روز عالم برزخ کا یہاں کا ایکسال ہے۔ اور ایک روز عالم ربوبیت کا ہزار سال ہے جسطرح کہ فرمایا اِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّکَ کَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ اور ایک روز عالم الوہیت کا پچاس ہزار سال کا ہے۔ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِکَةُ وَالرُّوْحُ اِلَیْهِ فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ یعنے جسقدر کثافت کمتر ہوتی ملاحظہ بُعد درمیان مبداٗ و معاد۔ اور ازل و ابد کے کمتر ہوتی ہے۔ اور ظہور علم و انکشاف معلومات و حقایق امور زیادہ ہے۔

(١٧) ہمیں نبود جہاں آخر کہ دیدی
نہ مالا تبصرون آخر شنیدی

یعنے یہی عالم شہادت محسوس نہیں ہے جو تو دیکھتا ہے۔ بلکہ دوسرا عالم ادراک حواس سے بالاتر ہے اسی لئے اللہ تعالے فرماتا ہے کہ فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ۔

(١٨) بیا بنما کہ جابلقا کدامست
جہاں شہر جابلسا چہ نامست

جابلقا بڑا شہر ایک مشرق میں ہے۔ اور ایک بڑا شہر جابلسا بھی جابلقا کے مقابلہ میں مغرب میں ہے۔ اہل تاویل کے پاس جابلقا عالم مثال ہے کہ جانب مشرق ارواح کے واقع ہے جو برزخ ہے درمیان میں غیب و شہادت کے۔ اور صور عالم پر مشتمل ہے۔ اور

جا بلسا عالم مثال اور عالم برزخ ہے کہ ارواح بعد مفارقت نشۂ دنیویہ
کے اوس جاے میں رہینگے۔ اور یہ برزخ جانب مغرب اجسام کے
واقع ہے اکثر لوگوں نے یہ سمجھا ہے کہ یہ دونوں برزخ ایک ہیں۔ لیکن
جاننا چاہیے کہ دونوں برزخ علحدہ علحدہ ہیں۔ کیونکہ جو صورتیں
ارواح کو برزخ آخر میں لاحق ہوتے ہیں وہ صورتیں اعمال نتایج
اخلاق و افعال ملکات کے ہیں جو نشأہ دنیاوی میں حاصل ہوے تھے
بخلاف برزخ اول کی صورتوں سے کے۔ لیکن وہ دونوں عالم روحانی
میں اور جوہر نورانی غیر مادی ہونے میں ایک ہیں۔ اور جب ہر عالم کو مشرق
و مغرب ہے بلکہ ہر مرتبہ اور ہر فرد کو افراد موجودہ سے مشرق و مغرب
ہے اس لئے فرمایا۔

۱۷۲ مشارق با مغارب ہم بیندیش
چو ایں عالم ندارد از یکے بیش

شیخ فرماتے ہیں کہ مشارق و مغارب میں تامل کر کہ قرآن شریف
میں اللہ تعالے فرماتا ہے کہ فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ
جمع ہے حالانکہ اس عالم میں محسوس صرف ایک مشرق اور ایک مغرب ہے
اسی سے معلوم ہوا کہ عالم اسی عالم ظاہر میں منحصر نہیں ہے۔ بلکہ عوالم لطیفہ
غیر محسوس ہیں۔

۱۷۳ بیاں مثلہن از ابن عباس
شنو پس خویشتن را نیک بشناس

سلطان

یعنی بہت سے مشرقوں اور مغربوں کے اللہ کی قسم کھاتا ہے اپنی ذات کی

سلطان المفسرین ابن عباس فرماتے ہیں کہ اگر میں اس قول الٰہی کی تفسیر بیان کروں تو مجھے تم رجم کروگے اور کافر کہوگے وہ آیتہ یہ ہے ۔ اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ ۔

۱۲۴ تو در خوابی و این دیدن خیال است

ہر آنچہ دیدہ از وے مثال است

جیسے کہ کوئی شخص چند صورتیں خواب میں دیکھتا ہے اور سمجھتا ہے کہ محقق الوجود ہیں ۔ اور یہ سمجھتا ہے کہ صور خیالیہ ہیں جو خارج میں وجود نہیں رکھتے ہیں ۔ اسیطرح تو عالم کو وجود حقیقی جانتا ہے اور خواب غفلت میں ہے حالانکہ جو تو دیکھتا ہے حقیقت میں عکس و مثال وجود حق ہے ۔ اعیان ممکنہ کے آئینہ سے نمودار ہوا ہے ۔ حق کے سوا دوسرے کو وجود ہی نہیں

این نقشہا کہ ہست سراسر نمایش است	اندر نظر چو صورت بسیار آمدہ
عالم مثال ذات و ظلال صفات اوست	نقش دوئی چو صورت پندار آمدہ

۱۲۵ بصبح حشر گردی چوں تو بیدار

بدانی کاں ہمہ وہم است پندار

یعنے جب صبح حشر ہوگی اور خواب غفلت سے تو بیدار ہوگا تو تعینات وکثرت نظر سے اوٹھ جائیگی اور وہ جو کہ متفرق تھا مجتمع ہوجاویگا ۔ توحید ظاہر ہوجاویگی ۔ اوسوقت سمجھےگا کہ وجود واحد بہ سبب کثرت مظاہر کے کثیر نظر آتا تھا ۔

۱۲۶ چو برخیزد خیال از چشم احول

زمین و آسماں گرد مبدل

یعنی صبح حشر سے مراد وصول سالک کا مقام توحید تک ہے کہ کونین اوس کے نظر میں بسبب نور وحدانیت کے محو و منطمس ہوتا ہے اور خیال چشم احول جو ایک کو دو دیکھتا تھا نظر سے اوٹھ جاتا ہے اور یقینا سمجھتا ہے کہ وجود حق تعالے کیلئے ہے اور خیال وہم و پندار اور زمین و آسمان مبدل ہوئے ہیں یعنے وہ خیال کہ خواب غفلت میں دیکھتا تھا جو غیریت ہے بسبب صبح حشر کے تمام عینیت ہو جاتی ہے۔

۱۷۷ چو خورشید عیاں بنماید چہر
نماند نور ناہید و مہ و مہر

یعنے تجلی ذات احدی جو خورشید عیاں ہے آئینہ قلب سلیم سالک حق ہیں میں رخ دکھاوے تو اوسکے چمک کے سامنے نور زہرہ و ماہ و آفتاب ظلمت آباد عدم کی راہ لیں اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ وَإِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ کوئی نور وجود خیالی محاذی ممکنات کا جو نظر آتا تھا اب نور تجلی ذات الٰہی میں محو مطلق ہووے۔ اور بسبب ظہور حق بصفت اطلاقی کے قیامت قایم ہووے۔ دوسروں کے لئے جو اودھار ہے اس کیلئے نقد ہے۔ ۵

ہر کہ گوید کو قیامت اے صنم	خویشتن بنما قیامت یک منم
ایں قیامت زاں قیامت کے کم است	آں قیامت زخم را ایں چوں مرہم است

۱۷۸ فتد پرتاب ازاں در سنگ خارہ
شود چوں پشم رنگیں پارہ پارہ

یعنے وہ نور تجلی ذات جو خورشید عیاں ہے سخت پتھر پہ خواہ وہ کوہ افتا

ہوں یا انفسی یہ دونوں اس کے ہیبت سے مانند رنگین روی کے پارہ پارہ ہو جاوینگے اور محو و متلاشی ہونگے وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ۔

۱۷۹ بجز اکنوں کہ کردن می توانی
چو نتوانی چہ سود انگہ کہ دانی

یعنے جو کچہ کرنا ہے اب کر اور کسی پیر کامل کے دامن کو پکڑلے اور اپنے اختیار کو اوس کے اختیار میں محو کر جیسے میت غسال کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ اور ہمیشہ متوجہ سوی حق ہو اور عادت صدق عادات افعال کے کر اور مشتہیات و لذات نفسانی سے اعراض کر۔ اور نفس کو رزایل اخلاق و نقایص اعمال سے پاک کر۔ اور ساتھ طاعات بدنی کے بمقتضاے شرع شریف مشغول ہو۔ اور افراط و تفریط سے مجتنب رہ۔ اور جو چیز کہ مانع توجہ بجانب حق ہو اوس سے بالکل منہ پھیر لے۔ اور قلت کلام و طعام و منام کو اپنا شعار بنا۔ اور ایک قدم اپنے پیر کے امر سے باہر نرکھ۔ جب یہ مقدمات اور اسباب مرتب ہونگے دل سالک کہ جام جہاں نماے حق ہے ساتھ نور قدس و طہارت کے روشن ہوگا اور زنگ طبیعت سے مصفا ہوگا اور جب عالم سفلی ظلماتی سے قطع تعلق کرے گا۔ اوسکی روح عالم علوی طرف پرواز کریگی۔ اور آسمان و عرش کے طرف عروج ہوگا

اور روحانیہ و ملایکہ سے مناسبت پیدا ہوگی۔ اور انوار الٰہی اس کے پار دل میں چمکنے لگینگے اور اسی دیدۂ باطن سے ملاقات ایسی جو غایت مقاصد و نہایت مرام ہے حاصل ہوگی۔ یعنے ابھی قوت بدنی جو اسباب تحصیل اس مطلوب کا ہے جس میں ضعف نہیں آیا ہے سلوک و ریاضت ہوسکتی ہے اور تجھے یہ کمالات حاصل ہوسکتے ہیں ورنہ کچھ بھی حاصل نہیں۔

نمبر ۱۸۰ چہ می گویم حدیث عالم دل
ترا اے سر نشیب و پاے در گل

یعنے حدیث عالم دل کہ عروج سوے عوالم لطیفہ ہے اور مشاہدۂ انوار تجلیات الٰہی ہے میں تجھ سے کیا بیان کروں۔ چونکہ تو اپنا سر مراتب کمالات قلبی و روحی سے نیچے کرکے اَسْفَلَ السَّافِلِیْن کے طبیعت کے طرف جھکایا ہے۔ اور پاؤں تیرا سیر و سلوک کا لذات جسمانی و مشتہیات نفسانی کے کیچڑ میں پھنس گیا ہے اور تو حصول مال و جاہ میں مقید ہوگیا ہے۔ اور ادراک کمالات معنوی سے کہ لذات ابدی ہے بالکل محروم ہے۔

۱۸۱ جہان آن تو و تو ماندہ عاجز
ز تو محروم تر کس دیدہ ہرگز

یعنے تمام جہان تیرے لئے پیدا ہوئی ہے اور تجھے اپنے معرفت کے لئے پیدا فرمایا ہے جس طرح

حدیث قدسی میں آیا ہے۔ یَا ابْنَ آدَمَ خَلَقْتُ الْاَشْیَاءَ
کُلَّهَا لِاَجْلِكَ وَخَلَقْتُكَ لِاَجْلِی

۱۸۲ چو مخبوساں بیک منزل نشستہ
بدست عجز پاے خویش بستہ

۱۸۳ نشستی چوں زناں در کوے ادبار
نمیداری ز جہل خویشتن عار

یعنے ہواے نفس میں تو گرفتار ہے۔ اور سلوک کو
طے نہیں کرتا اور ظاہری صورت دیو پرستش
عورتوں کے مرتاب اور تو اپنے جہالت سے نہیں نکلتا

۱۸۴ دلیران جہاں آغشتہ در خوں
تو سر پوشیدہ ننہی پاے بیروں

یعنے طالب قرب مولے جو سالک راہ طریقت ہیں
اپنی شجاعت و دلیری سے نفس امارہ کا ہمیشہ مقابلہ
کر رہے ہیں اور اس لڑائی میں اپنے دل کا خون جگر
کھا رہے ہیں۔ اور تو پردہ تقلید سر پر ڈالکر عورتوں کے
مانند طعن و ہوا کے گھر میں بیٹھا ہوا ہے اور ہمت کا
پاؤں میدان طلب میں نہیں رکھتا۔

۱۸۵ چہ کردی فہم ازیں دین العجایز
کہ بر خود جہل میداری تو جایز

سے یعنے تو اس حدیث سے یہ سمجھا ہوا ہے کہ جسطرح بوڑھیاں تفکر و استدلال معرفت میں نہیں کرتے ہیں تجھے بھی چاہئے کہ طلب معرفت یقینی کرے حالانکہ حدیث کے یہ معنی ہیں کہ تمام احکام شرعیہ مامورات و منہیات میں کہ دین جس سے عبارت ہے چاہئے کہ بطریق انقیاد و متابعت مانند بوڑھیوں کے رہے اور عقل و ہوا و نفس کو اس میں دخل نہ دیں اور بے ضرورت کوئی تاویل خلاف ظاہر نکرے۔

۱۸۶ زناں چوں ناقصان عقل و دینند
چرا مرداں رہ ایشاں گزینند

اس لئے کہ خود حدیث میں آیا ہے کہ هُنَّ نَاقِصَاتُ الْعَقْلِ وَالدِّيْنِ یعنے عورتیں عقل و دین میں ناقص ہیں۔ تو پھر کسطرح ہوگا کہ ہم بوڑھیوں کے تابع رہیں۔ بلکہ اتباع سے مراد عدم تاویل ہے اور جو عقل میں نہ آوے اس میں خود کو ادراک حقیقت سے قاصر سمجھیں کیونکہ کمال معرفت اس سے اعلے ہے کہ اس کے حقایق کو ہر شخص پا سکے

۱۸۷ اگر مردی برون آئی سفر کن
ہر آنچہ آید بہ پیشت زان گذر کن

ضمائر ارباب بصائر پر مخفی نہ ہے کہ

یہاںتک شرح ابیات کا ترجمہ ختم ہوگیا۔ اب حسب وعدہ مندرجہ دیباچہ تمتہ ابیات کا درج کرنا غور کر رہیں اس لئے غیر ضروری سمجھا گیا کہ اصل کتاب نایاب نہیں ہے اور اہل مطبع نے کافی اجرت لینے کے علاوہ انعام واکرام کا متوقع کرنیکے بعد بھی نہایت دق کر دیا ہے ۔

ہزار ہا روپیوں کی محنت اور ایک مشت صدہا روپیہ کا صرفہ اور اہل مطابع کے نغمہ سرایاں کو گوارا کرنے کے قطع نظر خواہشمندوں کی یہ کمال قدردانی ہے کہ کوئی خرید کرنا تو خیر مفت دیں تو بپاس خاطر لے لیتے ہیں مگر مطالعہ کو فرصت نہیں ملتی موسم میں بار بار آم شریفہ موز خربزہ وبیر وغیرہ کے خریدنے میں دریغ نہیں ہاں البتہ ایک مرتبہ خریدی کتاب میں تامل ہے

ہر کسی کا شغل میں دنیا کے دل
روز وشب اور ہر گھڑی ہے مشتغل
دین کے کاموں میں ہے ہر کوئی سُست
ہزل کے باتوں میں ہے چالاک وچست
پر نہیں امید اوس سے اس قدر
کہ پڑھے کچھ شوق سے یہ مختصر

بہر حال اس کی معافی چاہی جاتی ہے اور سہو کتابت کی بھی۔ فقط

ہ

تیرا مسکن تیرا روضہ میرا قبلہ میرا کعبہ
تیری صورت خدا کی ہی کروں تجکو نکیوں سجدہ

خدا کو ڈھونڈتا ہے کہاں اے واعظ نادان
ڈھنڈورہ شہر میں بچہ بغل میں ہی یہی قصہ

نظر میں رکھو ہمیشہ مرشد کامل کی صورت کو
اگر تو چاہتا ہے دیکھنا اللہ کا جلوہ

محمد اصل سب کا فرع کل ہے کائنات اسکی
اسی سے ہے بقا سبکو اسی سے ہی جہان زندہ

ہمارے واسطے پیدا کیا اللہ نے تم کو
اگر پیدا نہوتے تم نہ ہوتا یہ کبھی بندہ

وہی ظاہر وہی باطن ہی ہی جلوہ گر ہر جا
زباں پر میرے حائل ہے شریعت کا گر پردہ

بفضل اکبر حضرت رہبر
ذبیح پرگنہ پر کہن وا قرب کا کھلا عقدہ

اے مرشد طریقت خوش رنگ رنگ رنگ دے
دل جائیں نقش کثرت وہ رنگ رنگ رنگ دے

واعظ کو ہے بہانہ حوروں سے دل لگانا
مانگی ہے کون جنت خوش رنگ رنگ رنگ دے

دل میں سرور آئے آنکھوں میں نور آئے
آیا ہوں در پہ تیرے کچھ رنگ رنگ رنگ دے

یا تو شراب دیدے یا تو جواب دیدے
مرشد میں صدقہ جاؤں کچھ رنگ رنگ رنگ دے

بنام خویش کردم ختم پایاں
الٰہی عاقبت محمود گردان

سراغ میسری کتاب ہذا احاطۂ مدرسۂ اعزہ عقب دفتر صفائی بلدہ مکان نمبر ۲۰۴
محمد عبد الرحمن صیغہ دار مجلس عالیہ عدالت و احمد عبد اللہ تنقیح ساز دفتر صدر محاسبی سرکار عالی
شاخ بلدہ

تمت

آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیاجائے گا۔

کتب خانۂ

جامعہ عثمانیہ

۱۔ ابتدا میں طلبہ کی درسی کتابیں [illegible]

۲۔ اساتذہ [illegible] کتابیں [illegible]

۳۔ طلبہ [illegible] کتابیں [illegible]

۴۔ [illegible] ترجمہ [illegible] کتابیں [illegible]

۵۔ [illegible] کتاب کا [illegible] لازم ہے۔

۶۔ کتابیں [illegible]

۷۔ کتابوں [illegible]

۸۔ [illegible] کتابیں [illegible]